عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۱۹ تا ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۳ تا ۱۹ اپریل ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۴۷

قیمت ۵ روپے

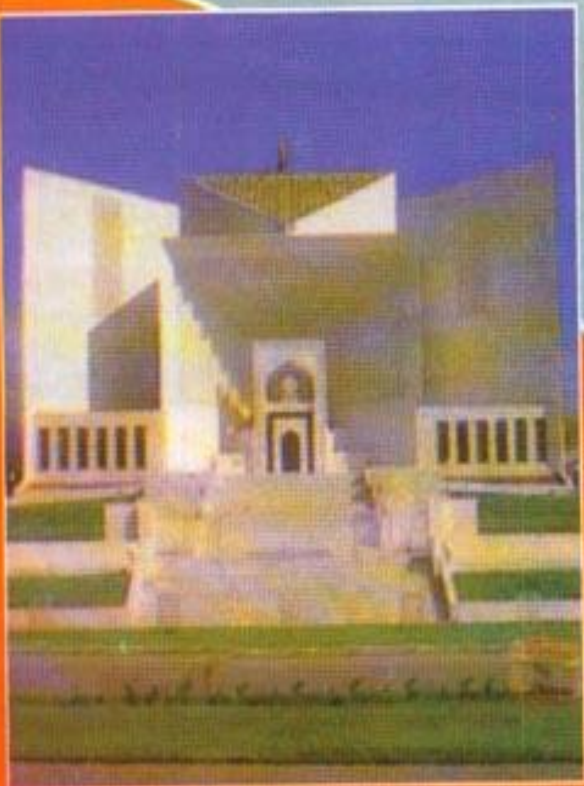

قرآن و سنت کی بالادستی قیام و استحکام امن کی ضمانت

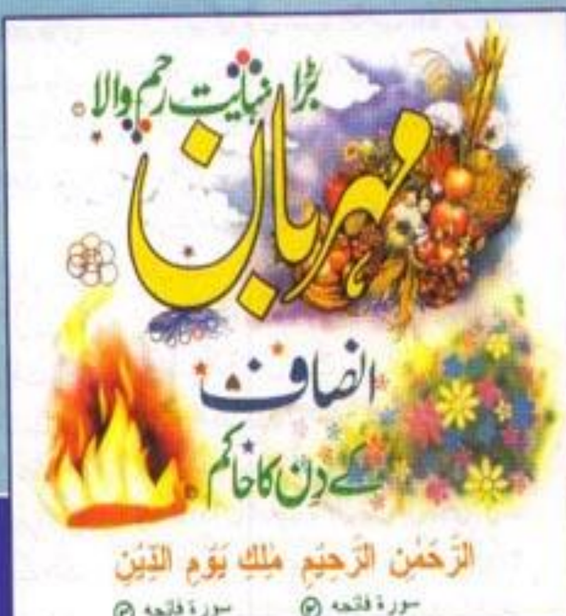

توضیح و تشریح اسماء الحسنیٰ

بسنت اور توہین رسالت ﷺ

قادیانیت کو ایک اور شکست فاش!

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

س:...... یہ کس طرح ظاہر ہوگا کہ آپ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں؟

ج:...... آپ کا یہ سوال عجیب دلچسپ سوال ہے، اس کو سمجھنے کے لئے آپ صرف دو باتیں پیش نظر رکھیں۔

اول:...... کتب سابقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشگوئی کی گئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات ذکر کی گئی تھیں، جو لوگ ان علامات سے واقف تھے ان کے بارے میں قرآن کریم کا بیان ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔ اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ یہی نا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو کتب سابقہ میں مذکور تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر منطبق کرنے کے بعد ہر شخص کو فوراً یقین آجاتا تھا کہ آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر ہیں ان کو سامنے رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کی تعیین میں کسی کو ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ ہاں! کوئی شخص ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہو یا کج فطری کی بنا پر ان کے چسپاں کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو، یا محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سے پہلوتہی کرے تو اس کا مرض لاعلاج ہے۔

دوم:...... بعض قرائن ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں آدمی یقین لانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اسے مزید دلیل کی احتیاج نہیں رہ جاتی۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ کسی مکان کے سامنے محلے بھر کے لوگ جمع ہیں، پورا مجمع افسردہ ہے، گھر کے اندر کہرام مچا ہوا ہے، درزی کفن سی رہا ہے، کچھ لوگ پانی گرم کر رہے ہیں، کچھ قبر کھودنے جا رہے ہیں۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی کہ کیا یہاں کسی کا انتقال ہوگیا ہے؟ اور اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں صاحب کافی مدت سے صاحب فراش تھے اور ان کی حالت نازک تر تھی تو آپ کو یہ منظر دیکھ کر فوراً یقین آجائے گا کہ ان صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خاص کیفیت، خاص وقت، خاص ماحول اور خاص حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جب وہ پورا نقشہ اور سارا منظر سامنے آئے گا تو کسی کو یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا نہیں؟

تصور کیجئے! حضرت مہدی عیسائیوں کے خلاف مصروف جہاد ہیں اتنے میں اطلاع آتی ہے کہ دجال نکل آیا ہے۔ آپ اپنے لشکر سمیت بہ عجلت بیت المقدس کی طرف لوٹتے ہیں اور دجال کے مقابلے میں صف آرا ہو جاتے ہیں۔ دجال کی فوجیں اسلامی لشکر کا محاصرہ کرلیتی ہیں۔ مسلمان انتہائی تنگی اور سراسیمگی کی حالت میں محصور ہیں۔ اتنے میں سحر کے وقت ایک آواز آتی ہے۔ "قد اتاکم الغوث" (تمہارے پاس مددگار آپہنچا) اپنی زبوں حالی کو دیکھ کر ایک شخص کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے کہ: "یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز معلوم ہوتی ہے" پھر اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے سفید منارہ کے پاس نزول فرماتے ہیں اور عین اس وقت لشکر میں پہنچتے ہیں جبکہ صبح کی اقامت ہوچکی ہے اور امام مصلیٰ پر جاچکا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام کوائف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں جب وہ ایک ایک کرکے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آئیں گے تو کون ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت سے محروم رہ جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و علامات، ان کا حلیہ اور ناک نقشہ، ان کے زمانہ نزول کے سیاسی حالات اور ان کے کارناموں کی جزئیات اس قدر تفصیل سے بیان فرمائی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جب یہ پورا نقشہ لوگوں کے سامنے آئے گا تو ایک لمحہ کے لئے کسی کو ان کی شناخت میں تردد نہیں ہوگا۔ چنانچہ کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ نہیں آتا کہ ان کی تشریف آوری پر لوگوں کو ان کے پہچاننے میں دقت پیش آئے گی۔ یا یہ کہ ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا کوئی ان کو مانے گا اور کوئی نہیں مانے گا۔ اس کے برعکس یہ آتا ہے کہ مسلمان، دجال کے لشکر سے نمٹنے کے بعد، غیر مذاہب کے لوگ بھی سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے اور دنیا پر صرف اسلام کی حکمرانی ہوگی۔

یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ گزشتہ صدیوں سے لے کر اس رواں صدی تک بہت سے لوگوں نے مسیحیت کے دعوے کئے اور بہت سے لوگ اصل و نقل کے درمیان تمیز نہ کرسکے اور ناواقفی کی بنا پر ان کے گرویدہ ہوگئے۔ لیکن چونکہ وہ واقعتاً "مسیح" نہیں تھے۔ اس لئے وہ دنیا کو اسلام پر جمع کرنے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بنا کر اور ان کے درمیان اختلاف و تفرقہ ڈال کر چلتے بنے۔ ان کے آنے سے نہ فتنہ فساد میں کمی ہوئی نہ کفر و فسق کی ترقی رک سکی۔ آج زمانے کے حالات بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ وہ اس تاریک ماحول میں اتنی روشنی بھی نہ کرسکے جتنی کہ رات کی تاریکی میں جگنو روشنی کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ ان کی من مانی تاویلات کے ذریعہ ان کی مسیحیت کا سکہ چل نکلے گا لیکن افسوس کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمودہ علامات اتنی بھی چسپاں نہ ہوئیں جتنی کہ ماش کے دانے پر سفیدی۔ کسی کو اس میں شک ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ نقشہ کو سامنے رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ایک ایک علامت کو ان مدعیوں پر چسپاں کر کے دیکھے، اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر سکتا ہے مگر ان مدعیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و علامات منطبق نہیں ہوسکتیں۔ کاش ان لوگوں نے بزرگوں کی یہ نصیحت یاد رکھی ہوتی:

بصاحب نظرے بنما گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختم نبوت

۱۹ تا ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۳ تا ۱۹ اپریل ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ: ۴۷

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان

مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیادگار

- امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
- خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
- مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
- مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
- محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
- فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
- شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
- امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
- حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
- مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلالپوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆ ...... ☆ ...... ☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

دارالعلوم دیوبند کانفرنس ..... اتحاد امت کا اہم پیغام	(اداریہ)	4
توضیح و تشریح، اسماء الحسنیٰ	(مولانا محمد اشرف کھوکھر)	6
قرآن و سنت کی بالادستی قیام و استحکام اور اس کی ضمانت	(پروفیسر عفت گل اعزاز)	10
قادیانیت کو ایک اور شکست فاش	(جناب محمد وسیم عثمانی)	14
سنت اور توہین رسالت ﷺ!	(ڈاکٹر ام خولہ)	15
کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک	(نثار احمد خان فتحی)	19
دین اسلام کے خلاف بغاوت اور اس کا انجام	(محمد رمضان میاں نیپالی)	21
قادیانیوں کی منطق اور طرز استدلال	(جناب محمد سلیم شاقی)	23
فاتحہ خوانی اور قادیانی جماعت	(پروفیسر منور احمد ملک)	26

زرتعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۵ روپے، سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے

چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش برانچ اکاؤنٹ نمبر ۵۸۹۸ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۸۳۴۸۶-۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری، طابع: سید شاہد حسن، مطبع: القادر پرنٹنگ پریس، مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعلوم دیوبند کانفرنس

اتحاد امت کا اہم پیغام

۹ تا ۱۱/ اپریل ۲۰۰۱ء کو جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی تین روزہ بین الاقوامی ’’ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس‘‘ کی تیاریاں اس شمارہ کی کاپی پریس میں جانے تک مکمل ہو چکی ہیں۔ تین میل کے علاقہ میں پنڈال بنایا گیا ہے جس میں دس لاکھ سے زائد افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ دو سو سے زائد بیت الخلاء عام لوگوں کے لئے اور ایک سو سے زائد بیت الخلاء مہمانوں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ کانفرنس کے لئے ایک سو میٹر لمبا اور پچاس میٹر چوڑا اسٹیج بنایا گیا ہے جس میں ایک ہزار کے قریب علماء کرام تشریف فرما ہوں گے۔ ہندوستان سے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن کی سربراہی میں بائیس رکنی وفد آیا جس میں مولانا سعید احمد پالن پوری، حضرت مولانا محمد عثمان صاحب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت ہند اور دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے اساتذہ کرام شامل ہیں۔ افغانستان کے سربراہ ملا محمد عمر کی نمائندگی کیلئے ایک بہت بڑا وفد ملا وکیل احمد متوکل کی قیادت میں پہنچ چکا ہے۔ افریقہ کے وفود مولانا شبیر احمد سالوجی اور مولانا عباس جناح کی قیادت میں پہنچ چکے ہیں۔ لیبیا کے وزیر مذہبی امور و قانون اور وزیر تعلیم کی سربراہی میں ایک بڑا وفد کانفرنس میں شرکت کیلئے پہنچ چکا ہے۔ پاکستان بھر کے علماء کرام قافلوں کی صورت میں پہنچ رہے ہیں۔ پورے پاکستان کے مختلف علاقوں سے قافلے جلوسوں کی شکل میں روانہ ہو چکے ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان، ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور اراکین عاملہ نے علماء کرام، مدارس کے طلباء اور عوام الناس سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کانفرنس میں بھرپور شرکت کریں۔ حضرت مولانا سمیع الحق، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا فضل الرحیم اور حضرت مولانا عبید اللہ وغیرہ حضرات نے نہ صرف کانفرنس میں شرکت کا وعدہ کیا بلکہ اپنے مدارس کے اساتذہ کرام اور اپنے متعلقین کو بھی حکم دیا کہ وہ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور جدوجہد کریں۔ مولانا سمیع الحق صاحب مشترکہ پریس کانفرنس کے لئے بذات خود کانفرنس کے پنڈال میں تشریف لائے۔ اسی طرح مکتبہ دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہر فرد نے اس کانفرنس کا بہت زیادہ خیر مقدم کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین تو شروع ہی سے اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے مصروف عمل رہے۔ یہ کانفرنس بظاہر تو ایک عام کانفرنس نظر آتی ہے لیکن اہل نظر اس کو دیوبندی مکتبہ فکر کی جماعتوں کے اتفاق اور اتحاد کی ایک کرن اور باطل کے خلاف فیصلہ کن جدوجہد کا نقطہ آغاز قرار دے رہے ہیں۔ یہ کانفرنس دراصل مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یا ان کے اس تصور خیال کی ایک کرن ہے کہ اہل حق اپنے درمیان موجود اختلاف و انتشار کو ختم کریں۔ چنانچہ اس خیال کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اس کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور پھر اس کو کامیاب بنانے کی نہ صرف بھرپور کوشش کی گئی بلکہ اس کانفرنس کو تمام علماء دیوبند کے اعتماد اور اتحاد کی علامت کے طور پر اجاگر کیا گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن اور جمعیت علماء اسلام کے دیگر رہنما مسلک علماء دیوبند سے وابستہ ایک ایک عالم دین کی خدمت میں گئے اور دارالعلوم دیوبند کے رشتہ کے حوالہ سے ان کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ اس میں شرکت کر کے دارالعلوم دیوبند سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کریں اور دارالعلوم دیوبند کے مسلک اعتدال کو امت کے سامنے صحیح انداز میں پیش کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلک حقہ اور اس سے وابستہ ہر فرد نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آج الحمد للہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس اتحاد امت کی ایک علامت بن گئی ہے۔ اس وقت تمام دنیا کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں کہ اس کانفرنس کے ذریعہ پاکستان میں سیکولر نظام کی راہ روکنے، نفاذ شریعت کی تحریک کو منظم کرنے اور دینی مدارس کے تحفظ کے لئے اہم اقدامات کا اعلان ہوگا۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن کے حوالہ سے یہی بات سوچی جا رہی ہے کہ وہ مسلک اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کے سلسلے میں مسلک دیوبند

سے وابستہ تمام مذہبی جماعتوں کو ہدایات دیں گے۔ اس وقت جبکہ جہاد اور دینی مدارس کے حوالہ سے پوری دنیا کی نظریں علماءِ دیوبند پر لگی ہوئی ہیں اور امریکہ اور مغرب واضح طور پر دینی مدارس ور جہادی تنظیموں کو ختم کرنے کا عندیہ دے چکے ہیں، پاکستان کی امداد اس شرط کے ساتھ مشروط رکھی گئی ہے کہ وہ دینی مدارس اور جہادی و مذہبی تنظیموں کی سرگرمیوں کو محدود کرے، ملک میں علماءِ دیوبند کو چن چن کر شہید کیا جارہا ہے، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے بعد جامعہ فاروقیہ کے اساتذۂ کرام کو شہید کیا گیا، دہشت گردی کے عنوان سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ملوث کیا جارہا ہے، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے اساتذۂ کرام کو دہشت گرد سمجھا جارہا ہے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت سید نفیس شاہ صاحب کے گھر پر نہ صرف چھاپہ مارا گیا بلکہ ہندوستان سے آئے ہوئے معزز مہمانوں کو دہشت گرد کہا گیا اور ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ان کو پولیس جیپ میں بٹھادیا گیا اور غلط قسم کا رویہ اختیار کیا گیا، یہاں تک کہ ان کو مجبور ہوکر کہنا پڑا کہ ہندوستان میں ہندو پولیس ہمارے ساتھ اس طرح کا رویہ اختیار نہیں کرتی جیسا یہاں اختیار کیا گیا، دین دار طبقہ کے خلاف بیانات کا سلسلہ جاری ہے، این جی اوز کو مکمل آزادی دی جارہی ہے اور اسلامی تشخص کو ختم کرنے کی منظم مہم چلائی جارہی ہے، اس صورتحال میں انشاء اللہ یہ کانفرنس نہ صرف اتحاد امت کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگی بلکہ این جی اوز کا راستہ روکنے اور ان کی غیر آئینی اور غیر قانونی سرگرمیوں کا سد باب کرنے کے سلسلے میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگی۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خلاف وزارت داخلہ کی رپورٹ

روزنامہ ''دی نیوز'' کی رپورٹ کے مطابق وزارت داخلہ نے ایک رپورٹ چیف ایگزیکٹو کے دفتر کو ارسال کی ہے جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جن مذہبی جماعتوں پر فرقہ واریت کے عنوان سے پابندیاں لگانے کی سفارش کی گئی ہے اس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دوسرے درجے میں رکھا گیا ہے۔ پتہ نہیں یہ رپورٹ کس نے تیار کی ہے؟ اس کی منظور کا کیا مقصد ہے؟ اور پتہ نہیں دی نیوز کے رپورٹر نے یہ خبر کہاں سے حاصل کی ہے؟ ہم نے جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ چیف ایگزیکٹو کے ذرائع سے اس رپورٹ کے مندرجات معلوم ہوئے ہیں اور ابھی تک یہ ایک منصوبہ کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ اگر اس خبر میں معمولی سی بھی صداقت ہے تو وزارت داخلہ کے افسران اور خود وزیر داخلہ کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جن کو یہ تک معلوم نہیں کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دائرہ کار پاکستان کی داخلی جماعتیں نہیں بلکہ قادیانی جماعت ہے، جس کو عالم اسلام میں سب سے پہلے پاکستان نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور پھر ملک کی سپریم کورٹ، ہائی کورٹ سمیت تمام اعلیٰ عدالتوں نے ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے فیصلہ کی توثیق کی۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ان کو کافر قرار دیا، ضیاء الحق مرحوم نے ان کو قانون کا پابند کیا۔ چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف نے واضح اعلان کیا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں اور انہوں نے عبوری آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی شق کی شمولیت کا دوٹوک اعلان کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے وجود کا واحد مقصد قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھنا ہے۔ اس جماعت کی کوششوں کی بدولت ۱۹۷۴ء کی تحریک کے بعد قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا اجراء ہوا۔ ان تمام تحریکات میں بریلوی، شیعہ، اہل حدیث اور سیاسی جماعتوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ آج تک کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پر فرقہ واریت کا لیبل لگائے۔ آج وزیر داخلہ نے جو یہ رپورٹ دی ہے اس سلسلے میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ یا تو وزارت داخلہ کے ذمہ داروں کو ملکی حالات اور تاریخ کا سرے سے علم ہی نہیں، یا یہ کہ قادیانیوں کی حمایت میں ان کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ ہم ان کو یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اگر فرقہ وارانہ تنظیم ہے تو پاکستان کے صدر، چیف ایگزیکٹو، صوبوں کے گورنر، اعلیٰ حکام اور عوام سب کے سب فرقہ واریت میں مبتلا ہیں؟ ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ ایک ایسی جماعت جو اپنے قیام سے لے کر آج تک نہ تو کبھی فرقہ واریت میں ملوث ہوئی اور نہ اس کی پچاس سالہ تاریخ کبھی قادیانیوں کے سوا کسی اور طبقہ کے افراد کی مخالفت سے عبارت ہوئی اس پر اس بھونڈے الزام کا کیا جواب ہے؟ وزارت داخلہ کے کرتا دھرتا افراد کی بھلائی اسی میں ہے کہ اس رپورٹ کو فی الفور واپس لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے معافی مانگیں۔ بصورت دیگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یہ حق محفوظ رکھتی ہے کہ وزارت داخلہ کے ذمہ داران کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ دائر کرکے انہیں ان کی گھٹیا حرکت کا مزہ چکھائے۔ اب بھی وقت ہے۔ وزارت داخلہ کے ذمہ داران ہوش کے ناخن لیں اور امریکی ایجنڈے پر عمل کرنے کے بجائے ایک مسلمان کے ذہن سے سوچیں۔ اسی میں ملک وملت کا فائدہ ہے۔

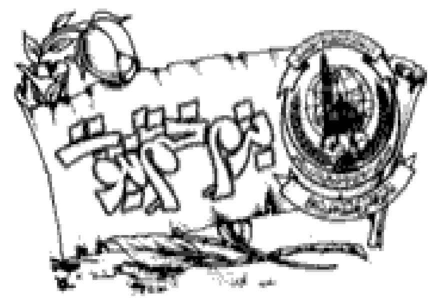

تحریر: مولانا محمد اشرف کھوکھر

توضیح و تشریح

اسماً الحسنیٰ

''الرحمٰن الرحیم'' اللہ تعالیٰ کے اسماً حسنیٰ اور صفات کمال میں سے یہ دو صفاتی نام ہیں۔ ''رحمٰن'' کے معنی عام رحمت کے ہیں، اور ''رحیم'' کے معنی تام رحمت یعنی رحمت کامل و مکمل۔ رحمٰن کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت سارے عالم اور ساری کائنات جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ مستقبل میں ہوگا سب پر حاوی اور شامل ہے۔ رحمٰن رحمت سے مشتق ہے جس کے معنی احسان اور انعام کے بھی آتے ہیں اور لفظ رحمٰن کا اطلاق صرف اس ذات باری تعالیٰ پر ہوتا ہے جس نے ہر چیز کا اپنی رحمت وعلم کے ذریعے احاطہ کیا ہوا ہے، کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی رحمت سے عالم کی کوئی چیز خالی نہ رہے، اسی لئے جس طرح لفظ ''اللہ'' کا جمع و تثنیہ نہیں آتا، رحمٰن کا بھی جمع و تثنیہ نہیں آتا، کیونکہ وہ ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے اور تیسرے کا وہاں احتمال ہی نہیں۔

لفظ ''رحیم'' انسان کے لئے بولا جا سکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں خلاصہ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا ہے: ''بالمؤمنین رؤف الرحیم''

تخلیق عالم اور آسمان و زمین اور تمام کائنات کے پیدا کرنے اور ان کے پالنے وغیرہ کا منشا، اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ہے، اللہ رب العزت نے بتقاضائے رحمت ساری چیزوں اور ان کی پرورش کے سارے انتظامات وجود میں لائے ہیں۔

رحمٰن و رحیم ہر دو اسماً حسنیٰ کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ ''الرحمٰن'' علمیت کے لحاظ سے اسم اللہ کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ کہو یا رحمٰن، ان میں سے کچھ بھی کہہ لو اللہ کے تو سب نام بہتر ہیں۔''

الحمدللہ رب العالمین ☆ الرحمن الرحیم ☆ ...... الخ (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: ''(تمام) تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور (وہ) رحمٰن بھی ہے اور (وہ) رحیم بھی ہے۔''

''ھواللہ الذی لا الہ الا ھو علم الغیب والشھادہ ھوالرحمن الرحیم'' (سورہ الحشر)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جاننے والا ہے، پوشیدہ اور ظاہر کا، وہی نہایت مہربان ہے بار بار رحم کرنے والا ہے۔''

کفار عرب، خالق ارض و سماً اور خالق انسان ''اللہ'' ہی کو جانتے تھے مگر وہ اللہ کے اسم رحمٰن سے انکار کرتے تھے جیسا کہ سورۃ زخرف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ

ترجمہ: ''اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے پیدا کیا، تو کہہ دے کہ اللہ نے۔''

اور اسی طرح سورۃ الفرقان میں ہے:

''واذا قیل لھم اسجدو اللرحمن قالو وما الرحمن''

ترجمہ: ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تب وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟''

وھم بذکر الرحمن ھم کافرون (سورۃ الانبیاً)

ترجمہ: ''یہی تو وہ ہیں جو رحمٰن کے ذکر سے انکاری ہیں۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کے اسم ''رحمٰن'' سے اسلام ہی نے لوگوں کو واقف کیا۔

رحمٰن رحمت سے مشتق ہے، جس کے معنی احسان اور انعام کے بھی آتے ہیں۔ سورۃ الانبیاً میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین''

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام عالمین کے لئے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے رحمت ہیں، یہ آپ کی رحمت ہی ہے کہ بندوں نے اپنے رب کو جانا، اور ان کے دل اللہ کے نور سے منور ہوئے، جو پستی سے بلندی پر اور تاریکی سے نور میں آئے۔ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے کہ:

لقد جاء کم رسول ...... بالمؤمنین رؤف الرحیم (سورہ توبہ)

ترجمہ: ''اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔''

سورۃ نمل میں فرمایا:

''وانہ لھدی ورحمۃ للمومنین''

ترجمہ: ''یہ رحمت ہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عنصر میں مدغم ہو کر اہل علم کے لئے جلوہ گر ہوئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے دریائے رحمت وشفقت سے ایک حصہ قلب مادر کو عطا فرمایا ہے، ایک ماں جو اپنے بچے کے لئے سب کچھ لٹا دیتی ہے اور ''مامتا'' اسے اولاد کے لئے خواب راحت اور دنیاوی عیش و عشرت سے روک دیتی ہے، بچے کی آواز پر مستعد رہتی ہے۔ اس ایک ذرا سے حصہ رافت وشفقت کی

وجہ سے وہ ایک لمحہ کے لئے اپنے بچے کی تکلیف برداشت نہیں کرتی، خود ہر قسم کی تکالیف اور پریشانیوں کو تو برداشت کرلیتی ہے لیکن اپنی اولاد پر ذراسی آنچ نہیں آنے دیتی۔ ماں کی ماممتا، شفقت و رافت کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ سو وہی اللہ رحمٰن و رحیم ہے جو ماں سے بھی ننانوے حصے زیادہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ عذاب و عتاب بھی کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے مادر مہربان اپنے بچے کو سزا خود دیتی ہے یا کسی دوسرے سے سزا دلواتی ہے تاکہ اولاد کی اصلاح ہو اور وہ حسن اخلاق سے متصف ہو۔ بعض اوقات ایک مادر مہربان اپنی اولاد میں سے جو کسی مرض مہلک میں مبتلا ہو جائے اور حاذق حکیم یا ڈاکٹر اس کے کسی عضو فاسد کو کٹوانے کا مشورہ دے دے تو وہ ماں اپنے بچے کا فاسد ہاتھ یا کوئی دوسرا اعضو مبتلائے مرض مہلک کو کٹوا دیتی ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت اپنے قانون قدرت کی بناء پر اپنے کسی گناہگار بندے کی گرفت کرلیتا ہے تاکہ نظام عالم برہم نہ ہو اور وہی رحمٰن و رحیم اپنی صفات رحمٰن و رحیم کی وجہ سے چھوٹ بھی دے دیتا ہے، اور بروز حشر و نشر بھی ایسا ہی ہوگا۔

بقول شاعر:

رحمت کا تصور ہے خوب مگر دوست
اللہ کے عدل کی محکم ہے ترازو

بعض اوقات اللہ کی رحمت کا ظہور بصورت زحمت بھی ہوتا ہے مثلاً کسی سنگدل انسان کو مبتلائے آلام کر دیتا ہے تو اس کا دل نرم ہو جاتا ہے، وہ پکا ایماندار اور مومن بن جاتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کرنے والا بن جاتا ہے اور یہاں تک کہ اس کا دل حلاوت ایمان کو جذب کرنے والا بن جاتا ہے۔ دکھ، درد، تکالیف، مصائب و آلام نہ ہوتے تو انسان بڑے متکبر اور غافل ہوتے اور ہر شخص صبر نا آشنا فرعون بن جاتا۔

رحمٰن و رحیم رب نے ہی بتقاضائے رحمت ہماری ہر قسم کی راحت و آرام اور آسائشیں بہم پہنچانے کے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ رحمٰن وہ ہے کہ جو تمام مخلوقات کی تا قیام قیامت باقی رکھنے والا ہے اور آسمان و زمین کی تمام اشیاء کی صیانت معدان کی خصوصیات طبعی کے فرماتا ہے۔ چیونٹی بظاہر ایک معمولی سا حشرہ ہے، جسے دیگر طاقتور جاندار ختم کر چکے ہوتے لیکن اللہ رحمٰن و رحیم نے اس کی نسل کی بقاء اور توازن کو قائم رکھا ہوا ہے۔ رحمٰن ہی ہے جو بندوں کی استعانت فرماتا ہے۔ یہ رحمٰن ہی ہے جس کے ہاں عاجز بندوں کے لئے محبت و مہربانی کا لامحدود خزانہ موجود ہے۔

الرحیم: رحم سے بنا ہے، یہ وہ نام ہے جو رحمٰن کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے، رحم کا اطلاق عموماً درماندہ، بے کس، عاجز، ناتواں، مصیبت زدہ، پر کیا جاتا ہے جبکہ رحیم وہ ہے جو ایسے بندوں پر التفات کرنے والا، ان کی بگڑی ہوئی کو بنانے اور سنوارنے والا ہو۔ رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء''

(ابوداؤد، ترمذی بروایت عبداللہ ابن عمرؓ)

خواجہ الطاف حسین حالی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا'' جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور جو بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے نافرمان بیٹے کو بلا کر کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی مگر اس نے کہا کہ میں تو پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور بچ جاؤں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم''

ترجمہ: ''آج کوئی نہیں جو امر الٰہی سے کسی کو بچائے ہاں جس پر اللہ ہی رحم فرمائے۔''

معلوم ہوا ایسے وقت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہدایت دے سکتی ہے۔ دوسرا واقعہ امراۃ العزیز کا ہے جس نے خواہشات نفسانی کا مطیع بن کر حضرت یوسف علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر پر جھوٹا الزام لگایا، جیل میں بھجوایا، قید کرادیا۔ ایک طویل عرصہ کی شاہی تحقیقات کے نتیجے میں عزیز مصر کی بیوی کے خلاف جملہ شہادت مکمل ہوگئی تو اسے اقبال جرم کے سوا اور کوئی راہ نہ سوجھی اور اقرار کرلیا کہ:

''وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا مارحم ربی''

ترجمہ: ''میں اپنے آپ کو بری نہیں ٹھہراتی، نفس تو ضرور بدی پر آمادہ کرنے والا ہے بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔''

معلوم ہوا کہ اخلاق رذیلہ سے خلاصی صرف اس صورت میں مل سکتی ہے جب اللہ رحمٰن کا رحم دستگیری فرمائے بصورت دیگر انسان نفس امارہ، قوائے شہوانی کا غلام بن کر ہلاکت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔

اللہ: رحمٰن، رحیم اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے، وہی رحمٰن و رحیم ہماری غلطیوں، کوتاہیوں، غفلت و نسیان اور نافرمانیوں سے درگزر کرنے والا ہے، وہی ارحم الراحمین ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود رحمت ہی رحمت ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم احسان ہے کہ آپ نے علم و عمل کے چشمے بہادیئے، دنیا والوں کو اعلیٰ تہذیب کا درس دیا، انسانوں کے سینوں کو علوم ربانی سے منور کیا، شرافت، صداقت، امانت، دیانت اور مساوات کا درس دیا، حقوق و فرائض بتلائے نسلی اور جغرافیائی امتیازات ختم کرکے باہمی مساوات اور عالمگیر اخوت کی دعوت دی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافت الٰہی کی بنیاد فراہم کرکے امن و سلامتی، محبت و الفت کی وہ منزل بتائی ہے کہ اس کے سوا انسانیت کو کہیں راحت و چین نصیب نہیں ہوسکتا۔

اللہ: رحمٰن و رحیم کی رحمت ہی نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تمام بنی نوع انسان کو دونوں جہانوں کی کامیابی اور کامرانی کی راہ اور صراط مستقیم دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا دونوں جہان کی کامیابی اور کامرانی کی ضمانت ہے۔

آیئے پورے خشوع و خضوع، تضرع و عاجزی سے اللہ رحمٰن ورحیم سے وہ دعا مانگیں جو کہ خاتم الانبیاءؐ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبر آزما موقع پر، اللہ رحمٰن ورحیم کے سامنے دست دعا دراز فرمائے:

ترجمہ: ''الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، یاارحم الرحمین تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ، عاجزوں کا مالک تو ہی ہے، ہاں جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے، کیا بیگانہ و ترش رو کے یا اس دشمن کے جو مجھ پر قابو رکھتا ہے، ہاں جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس حالت کی ذرا پرواہ نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے، میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے سب کام اس سے درست ہو جاتے ہیں، تیرا غضب مجھ پر یا تیری خفگی مجھ پر وارد ہو، مجھے تو صرف تیری ہی رضا درکار ہے، نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔'' (مسنون)

اَلْمَلِکُ:

لفظ مالک، ملک سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز پر ایسا قبضہ کہ وہ اس میں تصرف کرنے کی جائز قدرت رکھتا ہو۔ بادشاہ حقیقی، حکومت، عظمت، سلطنت و بادشاہت کا مالک جو اپنی ذات وصفات کی وجہ سے ہر اس چیز سے مستغنی ہے جو اس کے سوا ہے، تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ سورۂ زخرف میں ہے کہ:

''تبرک الذی لہ ملک السموت والارض وما بینھما''

ترجمہ: ''بڑی برکتوں کے دینے والا وہ ہے کہ سارے آسمان اور تمام دنیا اور ان کے درمیان کی سب اجرام اور سب اشیاء اس کی سلطنت میں شامل و داخل ہیں۔''

''فتعالی اللہ الملک الحق'' (سورہ طٰہٰ)

ترجمہ: ''سو بڑا عالیشان ہے اللہ جو بادشاہ حقیقی ہے۔''

مالک وہ ہے جس سے ملکیت کو سلب نہ کیا جاسکے، اگرچہ دنیا میں بعض انسان ملک کہلاتے ہیں جو کہ شرک کے زمرے میں اس لئے نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا استعمال لوگوں کے لئے بھی کیا ہے۔ مثلاً:

''ان الملوک اذا دخلوا قریۃ ...... یفعلون''

ترجمہ: ''بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی نئی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والے باشندوں کو ذلیل کردیا کرتے ہیں، وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔''

سورۂ یوسف میں بھی لفظ مالک چار مقامات بادشاہ مصر کے بارے میں آیا ہے۔ ''مالک الناس'' صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، جملہ انواع انسانی حکومت و ملکیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ نمرود اور بخت نصر دونوں کا کل دنیا پر حکمران ہونے کی روایت ہے اور اسی طرح دو مومنین یعنی ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو پوری دنیا پر حکومت کرنے کی روایتیں ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نمرود صرف بابل کا بادشاہ تھا، افریقہ، یورپ، چین اور ترکمانستان روس وغیرہ اس کی سلطنت میں شامل نہ تھے۔ اسی طرح ذوالقرنین کی حکومت کی حدود بھی قرآن مجید میں موجود ہیں اور ان حدود سے دنیا کا ایک بڑا حصہ باہر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح سمندروں کا ذکر بھی ان کی حدود و سلطنت میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں بھی اور بھی بادشاہ آپ علیہ السلام کے باجگزار تھے جن کے ساتھ آپؑ کا دوستانہ مراسم بھی تھے یہ الگ بات ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بحیثیت نبوت واقتدار جن وانس پر تھا۔ معلوم ہوا کہ ملوک دنیا محض ظاہری معنوں میں ملوک کہلائے جاتے ہیں حقیقتاً کوئی ملک (بادشاہ) نہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہی حقیقی بادشاہ ہے جو بڑا عالیشان ہے۔

انسان جب دنیا میں آتا ہے تو خالی ہاتھ آتا ہے اور جب جاتا ہے تو بھی خالی ہاتھ جاتا ہے، درمیان کے مدارج حیات میں جو اس کی محنت و مشقت کے بدلے میں یا اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد وغیرہ ملتی ہے وہ درحقیقت اس کا مستقل مالک نہیں ہوتا بلکہ یہ ملکیت منتقل ہوتی ہے، انسان جو ورثہ چھوڑتا ہے وہ اس کی آل واولاد اور دیگر ورثاء میں منتقل ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ حقیقی مالک وہ ہے جس سے ملکیت کو سلب نہ کیا جاسکے۔ مرتے ہی ہم سے ملکیت سلب کرلی جاتی ہے تو ہم کیسے اصلی مالک کہلائے جاسکتے ہیں؟

دنیا دارالعمل: ''الدنیا مزرعۃ الاخرہ'' (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)

یہاں جو کچھ ہم کررہے ہیں اس کے نتیجے میں ملنے والا پورا پورا بدلہ نہیں ملتا مثلاً انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اور بعض دیگر اللہ کے نیک وصالح بندوں کو ان کی محنت و مشقت کا پورا پورا بدلہ اس دنیا میں نہیں ملتا سو انہوں نے جو نیک اعمال کئے وہ ذخیرہ آخرت بنادیئے گئے۔ کسی کو عیش و عشرت، دولت و راحت سے مالا مال پاکر یہ نہیں قرار دیا جاسکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول ومحبوب یا مبغوض ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی عیش وعشرت اور رنج ومصیبت، بدعملی کی یقینی علامت نہیں ہے۔ اللہ ''مالک یوم الدین'' (روز جزا کو اس کا پورا پورا بدلہ دیں گے)۔

دنیا کی راحت ومصیبت بعض اوقات امتحان و آزمائش ہوتی ہے اور کبھی عذاب بھی! مگر وہ پورا پورا بدلہ نہیں ہوتا بلکہ ایک نمونہ ہوتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ محض عارضی اور چند روزہ ہے، مدار و معیار وہ راحت وکلفت ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور جو عالم آخرت میں روز جزا کو ملنے والی ہے۔

اللہ ہی مالک یوم الدین ہے جس دن امیر وغریب، حاکم ومحکوم، خادم ومخدوم، دنیاوی بادشاہ ورعایا، تمام کائنات کی ملک و ملک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔

''اللہ رب العزت اس دن کا مالک ہے جبکہ تمام اگلی، پچھلی نسلوں کو جمع کرکے ان کے کارنامہ زندگی کا حساب لیا جائے گا اور ہر انسان کو اس کے

عمل کا پورا پورا صلہ یا بدلہ دیا جائے گا۔ رحمٰن الرحیم کے کہنے کے بعد "مالک روز جزا" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نہ صرف مہربان ہے بلکہ منصف اور عادل بھی ہے جو روز جزا و سزا میں پورے پورے اختیار کا مالک ہوگا۔"

مزید وضاحت سورۂ مومن سے ہوتی ہے:

ترجمہ: "جس دن سب لوگ (خدا) کے سامنے آموجود ہوں گے، ان کی کوئی بات خدا سے (صورتاً) بھی مخفی نہ رہے گی، آج کے روز کس کی حکومت ہوگی؟ جو یکتا و غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا، آج کسی پر ظلم نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔"

ہمارا مشاہدہ ہے کہ لوگ جس بادشاہ کی سلطنت میں بودوباش رکھتے ہیں وہاں کے قوانین کی پابندی کو بھی لازم سمجھتے ہیں، لہذا قانون الٰہی اور اصول شریعت سے لاعلمی انسان کے لئے عذر نہ ٹھہری۔

اسم پاک "الملک" سے تعلق رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ ہر لحہ، ہر آن محب الملک ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پکے اور سچے فرمانبردار بنیں۔

القدوس:

القدس یعنی نہایت پاکیزہ اور تمام عیبوں سے پاک، جو نقصان پر دلالت کرنے والی صفات اور فنا کی موجبات سے منزہ و برتر و بالا ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسم مبارک دو جگہ آیا ہے۔ سورۂ جمعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الملک القدس العزیز الحکیم"

ترجمہ: "جو بادشاہ ہے، مقدس ہے، زبردست حکمت والا ہے۔"

ابوداؤد و نسائی کی حدیث مبارکہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از نماز وتر "سبحان الملک القدوس ورب الملئکۃ والروح" پڑھا کرتے تھے۔ فرشتوں کو قدسی کہا جاتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کو "روح القدس" کہا جاتا ہے ملائکہ کا مخلوق خدا ہونا مسلّم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدوسیت یہ ہے کہ فرشتوں اور روح القدس کا بھی خالق وہی ہے جو تمام عیبوں سے پاک اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

انسان مادے سے بنا ہے بقول علامہ اقبال مرحوم کہ:

قہاری و غفاری قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

مادہ کی خاصیتیں تبدیل ہوسکتی ہیں۔ مادے کا کم زیادہ ہونا، بکھر جانا، یا گل سڑ جانا ممکن ہے۔ لہذا کوئی مادی چیز کامل طور پر مقدس نہیں ہوسکتی۔ قدوسیت کاملہ صرف اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ رب العزت مقدس ہے لہذا وہ کسی گندگی سے ملوث نہیں ہوسکتا۔ اللہ نور السموت والارض بھی ہے جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں۔ اللہ کا نور ہر جگہ موجود ہے اور نور، سڑانڈ، بدبو وغیرہ سے ملوث نہیں ہوسکتا۔

حدیث پاک کی رو سے "الطہور شطر الایمان" (طہارت و پاکیزگی ایمان کا جز ہے)۔

تقدس و پاکیزگی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ظاہری پاکیزگی، (۲) باطنی پاکیزگی۔

ظاہری پاکیزگی یہ ہے کہ انسان کا جسم و جان اور لباس پاک و صاف ہو اور باطنی پاکیزگی یہ ہے کہ اعمال حسنہ سے ایمان و ایقان کو جلا بخشی جائے۔ ظاہری و باطنی دونوں طرح کی پاکیزگی کا حصول دونوں جہان کی کامیابی اور کامرانی کے لئے ضروری ہے۔ حصول تقدس کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہر قسم کی گندگی سے دور رہے۔ اللہ تعالیٰ "القدوس" ہے اور ظاہری و باطنی پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالاً و حالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیبوں) سے پاک ہے، زبردست ہی حکمت والا ہے۔

القدوس جل جلالہ ہم سب کو ظاہری و باطنی پاکیزگی کے حصول کی توفیق دے اور دین و دنیا کی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

☆☆..........☆☆

قرآن وسنت کی بالادستی

زبردست حکمت عملی، انصاف پسندی اور زبردست انتظامی صلاحیتوں کے ذریعے، مسلمانوں میں ایک بار پھر اسلامی روح پھونک دی، معاشرے کی تطہیر کی اور خلافت راشدہ کے طرز نظام حکومت کو پھر سے زندہ کردیا۔

انہوں نے عدل و مساوات اور سادہ طرز زندگی کو از سر نو بحال کیا، فضول خرچی اور اسراف بے جا کو ترک کرکے قوم کے مزاج کو سنوارا، اسی بنا پر رعایا خوشحال ہوئی، یہاں تک کہ لوگ صدقہ و خیرات دینے کے لئے فقیروں اور ضرورت مندوں کو تلاش کرتے مگر کوئی ضرورت مند نہ ملتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور خلفائے راشدینؓ کی طرز زندگی سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے، موجودہ دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ملک میں قرآن وسنت کی بالادستی کے عملی اقدامات کئے جائیں۔ ملکی حکام امانت، دیانت، شرافت، صداقت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر عملی اقدامات کریں علاوہ فضول خرچی، نام و نمود اور اسراف بے جا سے دامن چھڑائیں، آسائشوں کو ترک کریں، وقت کی قدر کریں، محنت کی عادت ڈالیں۔

حکومتی عہدیدار بھی شاہانہ کروفر چھوڑ کر سادگی اختیار کریں۔ امانتدار اور دیانتدار بنیں، سچ بولنا، دیانتداری کرنا اور اپنے عہد کو پورا کرنا سیکھیں تا کہ لوگ ان پر اعتبار کریں اور وہ پورے خلوص کے ساتھ قومی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔ اپنا احتساب کے لئے خود کو عوام کے سامنے جواب دہ محسوس کریں۔

ظلم و تعدی کا خاتمہ کرکے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں۔

دوسری جانب عوام بھی اپنے آپ کو محاسبہ کے لئے تیار رکھیں، اگر ملک میں اچھے مخلص اور دیانتدار لیڈر ہوں گے تو عوام کے لئے خوشحالی کے دروازے کھل سکیں گے۔ (انشاء اللہ)

تحریر: پروفیسر عفت گل اعزاز، اسلام آباد

قرآن وسُنّت کی بالادستی

قیام واستحکام امن کی ضمانت

پاکستان ہمارا پیارا ملک ہے، ہمارا گھر، ہمارا سائبان اور ہماری پناہ گاہ ہے۔ ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اسلام کے نام پر اور اس امید کے ساتھ قائم ہوا کہ یہاں اسلامی نظام حکومت قائم ہوگا، اسلام جو امن اور سلامتی کا مذہب ہے، جو معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرتا ہے، جہاں مساوات کے اصول کارفرما ہوں، تاکہ ہر فرد کو اس کے حقوق حاصل ہوں، معاشرے میں امن وخوشحالی ہو، یہ تصور کیا گیا تھا کہ وہاں سربراہان مملکت، عوام کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل ہوں گے اور عوام اپنے حکمرانوں کو سرآنکھوں پر بٹھائیں گے اور ان کی محبت کے گن گائیں گے۔

لیکن اب ۲۰۰۱ء میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ گزشتہ باون سالوں میں ہم سیدھے رستے پر چلنے کے بجائے، اس سے بھٹک گئے، نہ یہاں مخلص رہنما میسر آئے اور نہ عوام کی پریشانیاں دور کرنے اور ان کو خوشحال زندگی دینے کے لئے صحیح اقدامات کئے گئے۔

پچھلے کچھ سالوں سے تو عوام کا حال اور بھی خراب تر ہوتا گیا، صاحبان اقتدار نے قومی خزانے کو بے دریغ لوٹا، انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے حسب موقع امانت میں خیانت، اسراف بے جا کئے، ملک وقوم کے لئے طے کئے سودوں پر کمیشن کھایا اور سرمائے کو بیرون ملک بینکوں میں منتقل کرکے، ملک کی معیشت کو بری طرح بگاڑ دیا، انہوں نے جب بددیانتی کی تو ان کی دیکھا دیکھی ان کے ماتحتوں نے بھی خوب خوب بے ایمانی کی اور ہر طرح کے عیش کئے اپنے اہل وعیال اور حلقہ احباب پر نوازشوں کی بارش کی اور پھر باہر کے ملکوں میں جا بسے، خود تو باہر نکل گئے اور آزمائشیں، مشکلیں اور محرومیاں، عوام کے لئے چھوڑ گئے، غیر ملکی قرضے کے بوجھ، مہنگائی وہ بھی کمر توڑ، خستہ حال معیشت، بے روزگاری، غربت اور بدامنی، حق تلفی اور لوٹ کھسوٹ!!

جو قرضے ہیں چونکہ سود در سود ہیں، اس لئے وہ بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں۔ روپے کی قدر کم ہوئی چلی جارہی ہے۔ اعلیٰ تعلیم دن بدن صرف امیر طبقے کے لئے مخصوص ہوئی چلی جارہی ہے۔ عام آدمی اپنے بچوں کو نہ تو اچھی خوراک دے سکتا ہے، نہ اچھا لباس۔ تعلیم، علاج معالجہ، اور زندگی کی دوسری ضرورتوں کو احسن طریقے سے پورا کرنا ایک خواب بن چکا ہے۔ برائیاں ہر ادارے میں پنپ رہی ہیں، نااہل لوگوں، سفارشیوں دھوکہ دینے والوں، بددیانتی کرنے والوں کو سب کچھ حاصل ہے، لیکن ایمانداروں اور فرض شناس لوگوں کو کوئی پوچھتا نہیں، ان کے لئے محرومیاں ہیں یا ٹھنڈی آہیں!

اصلاح احوال کے لئے ہمیں ضرور دیکھنا چاہئے کہ غلطی کہاں پر ہوئی ہے؟ اگر لیڈر صاحبان اچھے اور مخلص ہوتے تو شاید ہماری قوم کو اتنی مشکلات نہ ہوتیں، اچھا لیڈر یا امیر کیسا ہونا چاہئے؟ ایک اچھے امیر یا حکمران میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟ لیڈر صاحبان اپنا اعتبار کھو چکے ہیں اور لوگ لیڈروں سے مایوس ہوچکے ہیں، وہی صورت حال ہے۔

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی حاصل ہے، قرآن پاک میں آیا ہے:

ترجمہ: ''تحقیق تمہارے لئے رسولؐ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، قرآن کی عملی تفسیر ہے۔''

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جو سر بہ سر ہے کلام ربی
وہ میرے آقا کی زندگی ہے

اسلامی حکومت میں بحیثیت سربراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست، تجارت، معاشرت، معیشت، میدان جنگ میں حالت امن میں، گھر کے اندرونی معاملات میں اور گھر سے باہر، خوشی میں، غم میں، انفرادی زندگی کے ہر شعبے میں اور اجتماعی زندگی کے ہر مرحلے پر رہنمائی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سادہ زندگی گزاری، انتہائی معمولی غذا استعمال کی اور نہایت سادہ اور معمولی لباس زیب تن فرمایا۔ آپ کا گھر اس درجہ سادہ تھا کہ اس کی دیواریں مٹی سے بنی تھیں، چھت نیچی تھی جسے کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے بنایا گیا تھا، دروازے پر ٹاٹ کا پردہ پڑا تھا یا کبھی ایک پٹ کا کواڑ ہوتا۔ آپ کی چارپائی پر گدا نہ ہوتا اور پشت مبارک پر چارپائی کے سخت بانوں کی وجہ سے نشانات پڑ جاتے۔

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے تو دیکھا کہ وہاں بان کی چارپائی رکھی ہے، جس پر ایک تکیہ رکھا ہے

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر چارپائی کے سخت کھردرے بانوں کی وجہ سے نشان پڑ گئے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، انہوں نے کہا: قیصر وکسریٰ کا رہن سہن اور ان کی شان وشوکت دیکھئے اور یہاں دونوں جہانوں کے بادشاہ کا یہ حال ہے کہ چارپائی پر ایک گدا بھی میسر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا یہ اچھی بات نہیں کہ ان کے لئے دنیا کی آسائشیں ہیں اور ہمارے لئے آخرت کی نعمتیں!'' حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا: ''یقیناً ہمارے لئے آخرت ہی بہتر ہے۔''

ایک اور موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ذرا دیر کو ستانے کے لئے ٹھہر جائے اور پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے؟

زندگی کا یہ سادہ انداز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالکل اختیاری تھا، اس لئے کہ آپ کے نزدیک دنیاوی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں تھی، ورنہ آپ کے لئے کائنات کے کل خزانے موجود تھے، آپ کے پاس بے حد وحساب سامان اور دولت کے انبار آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی فراخدلی سے ان سب کو ضرورت مندوں میں بانٹ دیتے۔ سارا مال دوسروں کے حوالے کر کے آرام اور سکون کی نیند سو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں عام مزدوروں کی طرح کام کیا، آپ گارا ڈھوتے اور پتھر اٹھا کے لاتے، ایک جان نثار صحابیؓ نے آپ کو یوں کام کرتے دیکھ کر، خود پیشکش کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا کام وہ کرنا چاہتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز کروں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے تمام کام خود انجام دیتی تھیں، ایک بار انہوں نے سنا کہ مال غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں، وہ دربار نبوت میں حاضر ہوئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ کام کاج کے لئے انہیں ایک لونڈی دے دی جائے۔ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اصحاب صفہ بیت المال کے زیادہ حقدار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین منصف کی حیثیت سے مال غنیمت کو اپنے خاندان میں تقسیم کرنا پسند نہ فرمایا۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مقدمہ لایا گیا، جس میں دو فریق شامل تھے جن میں ایک فریق مسلم تھا اور دوسرا غیر مسلم۔ آپ نے دونوں کی شہادتیں سنیں اور عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ غیر مسلم کے حق میں دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عدل وانصاف کو بہت اہمیت حاصل تھی۔

نوعمری کے زمانے میں آپ نے حلف الفضول پر دستخط کئے، یہ معاہدہ عرب سرداروں کے درمیان طے پایا تھا، جس میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا تھا کہ وہ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کریں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدے کے بارے میں فرمایا: ''حلف الفضول، مجھے سرخ اونٹنیوں سے بڑھ کر ہے۔''

غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کی صف بندی فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک پتلی سی چھڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کے پیٹ پر چھڑی لگا کر فرمایا کہ برابر ہو جاؤ! انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اس چھڑی سے سخت تکلیف ہوئی ہے، آپ پیغمبر عدل وانصاف ہیں، میں تو اس کا بدلہ لوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بدلے کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ وہ اپنا بدلہ لے لے۔ انصاری نے جھٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اطہر کو چوم لیا۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کو دعا دی، اس عالی مرتبت ہستی کا، ایک صحابیؓ کے سامنے اپنے آپ کو بدلہ کے لئے پیش کر دینا اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کو بھی احتساب سے ماوراء نہیں سمجھتے تھے۔

وصال سے کچھ روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں اعلان فرمایا: اگر مجھ پر کسی شخص کا قرض ہے یا میں نے اگر کسی کی جان یا مال کا نقصان پہنچایا ہو تو وہ شخص آ کر مجھ سے بدلہ لے لے۔ سارا مجمع خاموش رہا، البتہ ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: میرے تین درہم آپ کے ذمہ ہیں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین درہم ادا کر دیئے۔

ایک اور شخص نے یہ کہا: ایک بار آپ نے مجھے مارا تھا، میں اپنا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا بدلہ مجھ سے لے لو۔ تمام صحابہؓ اور حاضرین بے قرار ہو گئے مگر حضور کو یہ بات بالکل ناگوار نہ گزری، اس نے کہا: ایسے نہیں، اس وقت میری کمر ننگی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا اتار دیا تو اس شخص نے آگے بڑھ کر نہایت عقیدت اور محبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو چوم لیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو محاسبہ اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیشہ آگے کر دیا۔

ایک مرتبہ قریش مکہ کے نہایت معزز اور بااثر خاندان بنو مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ بنت اسود نے چوری کی اور وہ پکڑی گئی۔ ان کے خاندان کے لوگ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ کی سفارش کریں تاکہ اسے معاف کر دیا جائے اور سزا نہ دی جائے۔ وہ لوگ اس بات سے واقف تھے کہ حضرت اسامہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے اور وہ ضرور حضرت اسامہؓ کی سفارش قبول کر لیں گے۔

حضرت اسامہؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا: ''اسامہ! کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قائم

کردہ حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟

حضرت اسامہؓ لرز اٹھے کہ ان سے کتنی بڑی بھول ہوگئی۔''

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مغفرت طلب فرمائیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو اپنے خطبہ میں فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز یا بڑا شخص جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا، اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردی جاتی۔''

حضور نے واشگاف انداز میں کہا: ''قسم ہے اس ذات پاک کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔''

خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا جو حضور کی پیاری بیٹی تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں صاف فرمادیا کہ اگر ان سے بھی کوئی جرم سرزد ہوجاتا تو وہ بھی بجا طور پر سزا کی مستحق ہوتیں، کیونکہ عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جو مجرم ہے اس کے لئے سزا ہے۔

کسی قوم کا امیر یا حکمراں اپنی قوم کا روح رواں ہوتا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، امیر کی حیثیت اور اس کی ذمہ داریوں کا احاطہ کرتی ہیں۔

سورۂ نساء میں آیا ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب امر ہوں۔''

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''تمہارے بہترین حکمراں وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور جن سے تم محبت کرو، وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تم ان کے لئے دعا کرو، تمہارے بدترین حکمراں وہ ہیں جو تم سے بغض رکھیں اور تم ان سے بغض رکھو، جو تم پر لعنت بھیجیں اور جن پر تم لعنت بھیجو۔'' (مسلم بن عوف بن مالک)

حدیث شریف میں آیا ہے:

''مجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے روز مجھ سے قریب تر امام عادل ہوگا، مجھ کو سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن ظالم امیر ہوگا۔''

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''امانتیں اس کے اہل کے سپرد کرو۔''

یعنی حکومت، اقتدار اور عہدہ امانت ہے، اسے اس شخص یا اشخاص کے حوالے کرو جو اس کے اہل ہوں۔ جب ہم الیکشن کے موقع پر ووٹ دے کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور امیدواروں کے حق میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں تو اس وقت دیانت داری کے ساتھ اس شخص کو ووٹ دینا چاہئے جو ایماندار ہو، لائق ہو اور اس میں کام کرنے اور ذمہ داری ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور وہ ایسا ہو جو فرض شناسی کے ساتھ اپنے کاموں کو انجام دے سکتا ہو۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ آتا ہے:

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم اگر اقتدار دیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔''

یعنی صاحبان اقتدار کے یہ فرائض ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق نماز کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیں گے اور نیکی کو فروغ دیں گے اور تمام برے کاموں پر پابندی لگائیں گے۔

ملک عزیز کے حکام ایک عرصہ سے یہ سمجھتے چلے آرہے ہیں کہ وہ ملکی خزانوں کے بلا شرکت غیرے مالک بن چکے ہیں، اب ملک وقوم کے تمام خزانے گویا ان کی ذاتی ملکیت بن چکے ہیں، اور وہ جس طرح چاہیں انہیں استعمال کریں، جی بھر کے عیش کریں، اپنے تمام اہل وعیال اور دوستوں عزیزوں کو عیش وآرام کے سامان، نااہلوں کو بڑے بڑے عہدے بانٹ دیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے لئے اور تمہارے لئے آپس میں ظلم کو حرام کیا ہے تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔''

ظلم سے بچنے کے لئے معاشرے میں عدل وانصاف کا قائم کیا جانا ازبس ضروری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو یمن کا گورنر بناتے وقت ایک ہدایت نامہ لکھ کردیا، جس میں یوں درج تھا:

''ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، لوگوں کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے رہنا، حقوق کے بارے میں لوگوں کے ساتھ نرم رہنا، اور ظلم کے معاملے میں سختی کرنا، لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال سے ڈرانا، لوگوں کی دلداری کرنا، اگر لوگوں میں کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہو تو اس بات کی نگرانی کرنا کہ قومی اور قبائلی عصبیت کے نعرے بلند نہ ہوں، اگر ایسا ہو تو تلوار سے ان نعرے بلند کرنے والوں کی خبر لینا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس بندے کو حق تعالیٰ اپنی رعیت پر حاکم بنائے اور وہ اس کی خیر خواہی کی طرف توجہ نہ کرے، اس کو جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی۔''

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ:

''تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے بنیادی حقوق کے بارے میں فرمایا:

''لوگو! تمہارے مال اور جانیں ایک دوسرے کے لئے حرام ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ کسی قوم کا امیر کا صاحب کردار ہونا ضروری ہے۔ وہ دیانتدار ہو، اپنے فرائض کے بارے میں خوب آگاہ ہو، وہ ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے سرگرم ہو، وہ اصول وقوانین میں انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھے، وہ ظلم نہ ہونے دے، ظلم کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹے، اپنی رعایا کے لئے مخلص ہو کر بھلائی کے

کام کرے، مملکت کے خزانوں کی حفاظت کرے، ملک میں امن وامان قائم کرے، کسی فرد یا فریق کو اجازت یا چھوٹ نہ دے کہ وہ لوگوں کا مال و اسباب چھینیں اور دوسروں کو جانی نقصان پہنچائیں، معاشرے میں انصاف اور عدل قائم کیا جائے۔ وہ اپنے لئے عیش وعشرت کے سامان پسند نہ کرے، جو قوانین ملک کی رعایا کے لئے ہیں وہی حکمران کے لئے بھی ہوں، ایسا نہ ہو کہ خود تو وی آئی پی یعنی بہت بہت زیادہ اہم شخصیت بن کر ہر معاملے میں عیش کریں اور عوام کو مہنگائی اور محرومی کی دلدلوں میں دھکیلتے چلے جائیں، انہیں عام آدمی کی مشکلات اور مجبوریوں کا اندازہ ہونا چاہئے تاکہ وہ ان کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مثبت اقدامات کرے اور ان اقدامات سے ملک میں خوشحالی آئے اور حالات میں بہتری پیدا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ مقرر کئے گئے، ان کا انتخاب دوسرے ممتاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت کے بعد ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے دن اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا:

''اے لوگو! میں اس جگہ اس لئے مقرر نہیں کیا گیا کہ میں تم سے برتر بن کر رہوں، میری تو خواہش تھی کہ یہ جگہ کوئی اور سنبھالتا، جب تم دیکھو کہ میں سیدھے راستے پر چل رہا ہوں تو میری پیروی کرنا اور جب دیکھو کہ میں کج ہوگیا ہوں تو مجھے سیدھا کردینا۔''

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور اسلامی تاریخ کا سنہرا دور کہلاتا ہے، آپ کے دور خلافت میں اسلامی ریاست دور، دور تک پھیلتی اور ترقی کرتی چلی گئی، آپ اتنی بڑی مملکت کے سربراہ ہونے کے باوجود انتہائی سادہ زندگی گزارتے، دروازے پر کوئی دربان نہ ہوتا، ہر آدمی بلا روک ٹوک خلیفہ سے ملاقات کرسکتا تھا، وہ سب کی شکایات سنتے اور ان کے ازالے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو راتوں کو بھیس بدل کر عوام کے حالات سے واقفیت حاصل کرتے اور لوگوں سے خود ملتے تھے تاکہ اگر کوئی برے حال میں ہو تو اس کی مدد کرسکیں۔

حضرت عمر فاروقؓ جب عمال مقرر کرتے تو ان سے عہد لیا جاتا کہ وہ:

☆......باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔
☆......ترکی گھوڑے پر نہیں بیٹھے گا۔
☆......چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔
☆......دروازے پر دربان نہیں رکھے گا۔
☆...... حاجت مندوں کے لئے اپنے دروازوں کو کھلا رکھے گا۔

عمال یا والیوں کی تعیناتی کے وقت ان کے مال و اسباب کی فہرست تیار کی جاتی اور ان کی واپسی کے وقت ان کے مال و اسباب کو دیکھا جاتا کہ اس فہرست سے زیادہ سامان تو نہیں ہے، اگر فہرست سے زیادہ سامان نکلتا تو اس زائد سامان کو ضبط کرکے بیت المال میں جمع کرادیا جاتا۔

حج کے موقع پر سب عمال مکہ میں جمع ہوتے، وہاں عام اعلان کیا جاتا کہ اگر کسی کو اپنے عامل سے کوئی شکایت ہے تو وہ آکر پیش کرے، لوگ ایسا ہی کرتے۔ اگر کوئی عامل قصوروار پایا جاتا تو اس سے بازپرس کی جاتی۔

ایک خطبے میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

''میں نے عمال اس لئے مقرر نہیں کئے کہ وہ تمہیں ماریں پیٹیں، تمہاری بے عزتی کریں اور تمہارا مال ہڑپ کریں، میں نے انہیں اس لئے مقرر کیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارے پروردگار کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی تعلیم دیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

''یہ خزانہ بیت المال عمر اور اس کے خاندان کا نہیں، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کس قدر لینا جائز ہے، دو جوڑے کپڑے، ایک سردی کے موسم کا اور ایک گرمی کے موسم کا، ایک سواری جس پر حج اور عمرہ کے لئے جاسکوں، اور قریش کے ایک متوسط آدمی کے اخراجات اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے لے سکتا ہوں، اس کے بعد میں عام مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں، جن حالات سے انہیں سابقہ پڑے گا، انہی حالات سے میں بھی دوچار ہوں گا۔''

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بار قحط پڑا، تو آپ نے گھی کھانا چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا:

''رعایا کے حال کی اس وقت تک میں کیا پرواہ کرسکتا ہوں جب تک کہ میں اس حالت سے نہ گزروں، جس حالت سے تمام لوگ گزر رہے ہوں۔''

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: اگر میں تمہارے معاملات میں ڈھیل اختیار کروں تو تم کیا کروں گے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انصاف ضرب المثل تھا، وہ اپنے پرائے کسی سے رورعایت نہ کرتے تھے، ایک بار ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیت المال سے کوئی چیز لینے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی تمہارا! اپنے باپ کے مال پر تو حق ہے، لیکن بیت المال پر تمہارا کوئی حق نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود انتہائی سادہ لباس پہنتے، اکثر آپ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوتے تھے، یہاں تک کہ جب بیت المقدس فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اپنے خلیفہ کو یہاں بلاؤ تاکہ وہ خود یہاں آکر معاہدہ کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی، جب حضرت عمرؓ بیت المقدس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پیوند لگا لباس پہنا ہوا تھا، اور اس وقت آپ کا غلام اونٹ پر سوار تھا اور خود اس کے ساتھ پیدل چل رہے تھے، یہ اس فاتح حکمران کا حال تھا جو بیت المقدس کی چابیاں وصول کرنے جارہا تھا۔

ایک بار مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے آپ

رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اعتراض کیا کہ آپ نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ کہاں سے آئے؟

کیونکہ ہر شخص کو بیت المال سے جو چادر ملی ہے، اس میں پورا کرتا نہیں بن سکتا، تو آپ نے کیسے بنالیا؟

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آپ کے بیٹے نے کھڑے ہو کر کہا کہ:

''میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے والد کو دے دی تھی اس طرح ان کے کپڑے تیار ہو گئے۔''

تب وہ شخص مطمئن ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اپنا خطبہ شروع کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے بعد حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ بنے۔

ان کے دور حکومت میں کچھ معاملات ایسا رخ اختیار کر گئے کہ حضرت عثمانؓ پر لوگوں نے کڑی تنقید کی۔ حضرت عثمانؓ کے نرم خو مزاج کی وجہ سے بہت سے لوگ اختلافات میں اس قدر بڑھ گئے کہ وہ آپؓ کو شہید کرنے کے درپے ہوئے۔ حضرت عثمانؓ حق پر تھے اور ان کا ساتھ دینے کو بہت سے لوگ تیار تھے لیکن حضرت عثمانؓ نے کہا کہ وہ محض اپنی ذات کی وجہ سے کوئی جنگ نہیں کریں گے اور کسی سے مقابلہ نہیں کریں گے، یہاں تک کہ شرپسندوں نے آپؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں امانت و دیانت، شرافت، صداقت کے تمام تقاضوں کو حتی الوسع پورا کیا اور آپؓ کے عدل و انصاف کے بہت سے قابل تقلید واقعات، تاریخ و سیر کی کتب میں مذکور ہیں جو بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کئے جا رہے ہیں۔

خلفائے راشدینؓ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک مدینہ کے گورنر اور بعد میں مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ آپؒ کا عہد اسلامی تاریخ میں اہم حیثیت رکھتا ہے، انہوں نے

قادیانیت کو ایک اور شکستِ فاش

تحریر: محمد وسیم عثمانی، (حیدرآباد)

قادیانیت کے خلاف اہل اسلام کی سو سالہ جدوجہد میں اللہ تعالیٰ نے بارہا عظیم کامیابیوں سے نوازا ہے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء قادیانیوں کے لئے ناکامیوں کے سال تھے۔ اس کے بعد اہل اسلام ختم نبوت کا عالمگیر پیغام لیکر پوری دنیا پر چھا گئے، قادیانیوں نے اپنے وجود کو منوانے کے لئے پاکستان میں بننے والے ان قوانین کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں جن کا نفاذ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں نے اپنا خون دیکر کیا تھا۔ ملک کے دیگر حصوں کی طرح حیدرآباد ڈویژن میں بھی قادیانیت کی ان مذموم سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے جماعت ختم نبوت کا دفتر اور عملہ موجود ہے، کوٹری شہر اور ضلع دادو کے مضافات جو صنعتی ایریا کہلاتا ہے اور دینی تعلیم سے ناواقف مسلمان مزدور طبقہ زیادہ آباد ہے اس علاقے کو قادیانیوں نے خصوصی ٹارگیٹ قرار دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے اس علاقے میں مقامی غیور مسلمانوں کی ایک منظم جماعت تشکیل دی تاکہ انکی ہر حرکت پر نگاہ رکھے۔

مارچ ۱۹۹۲ء میں قادیانیوں نے کوٹری سائٹ ایریا کے علاقہ بھٹائی کالونی میں اپنی عبادت گاہ بنا کر قادیانیت کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کی اشاعت کی کوشش کی تو جماعت کے مقامی امیر اور بریلوی مسلک کے رہنما حاجی محمد زمان خان، میجر رشید احمد مرحوم، حافظ الٰہی بخش، ناصر مجاہد، قاری محمد حنیف حقانی، حافظ محمد ہاشم و دیگر کارکنان نے بھرپور ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنان اسلام کے خلاف قانونی کاروائی شروع کی۔ قادیانیت کے خلاف تین کیس درج ہوئے قادیانیوں کو موقعے پر گرفتار کیا گیا ۶ مارچ ۱۹۹۲ء سے لیکر مارچ ۲۰۰۱ء تک کیس کی سماعت ہوتی رہی جماعت ختم نبوت کے صوبائی رہنما علامہ احمد میاں حمادی اور جماعت ختم نبوت حیدرآباد ڈویژن کے مبلغ حضرت مولانا محمد نذر عثمانی صاحب مسلسل اس کیس کی نگرانی کرتے رہے، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب دامت برکاتہم ہر تاریخ کی خبر لیتے رہے۔ جماعت ختم نبوت کی طرف سے امام بخش بلوچ ایڈوکیٹ اور ایم ایم شور عدالت میں پیش ہوئے جبکہ سرکاری وکیل ساون خان صاحب تھے، ۱۴ مارچ ۲۰۰۱ء میں عدالت نے اس کیس کا فیصلہ سنایا جس میں کلمہ طیبہ کی توہین۔ قادیانیت کی تبلیغ و دیگر الزامات کے تحت امان اللہ قادیانی، مربی اعجاز احمد اور عبدالقدوس کو جرم ثابت ہونے پر دو دو سال قید بامشقت اور پانچ پانچ ہزار روپے جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں چھ چھ مہینے کی مزید سزا کا حکم دیا اور مجرمین کو عدالت کے کٹہرے سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل بھیج دیا گیا یوں تقریباً ساڑھے نو سال سے اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان قانونی جنگ کا فیصلہ اہل اسلام کے حق میں ہوا اور قادیانیوں کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا، قادیانیوں کو اپنے نامور وکیل اور روپے پیسے پر ناز تھا دوسری طرف جماعت ختم نبوت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم کا یقین تھا قادیانی حسب سابق اس دفعہ بھی شکست کھا گئے اور اہل ایمان کو فتح نصیب ہوئی۔ جماعت ختم نبوت کے مرکزی امیر خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم، نائب امیر مرکزیہ حضرت سید نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مرکزی رہنما مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مقامی جماعت کی سرپرستی فرمائی اور وقتاً فوقتاً رہبری فرماتے رہے۔ مقامی جماعت کے احباب اور علاقے کے تمام مسلمان بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جماعت ختم نبوت کے مرکزی قائدین مقامی جماعت سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ اسی جذبہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت قادیانیت کے تعاقب کے ساتھ ساتھ نئے فتنے گوہر شاہی کے خلاف بھی مقامی جماعت بھرپور جہاد کرتی رہے گی (انشاءاللہ)۔

تحریر: ڈاکٹر ام خولہ

بسنت اور توہینِ رسالت ﷺ

بسنت ہندوؤں کا ایک تہوار ہے لیکن ہندوؤں سے نفرت رکھنے کے باوجود ہم ہر سال یہ تہوار بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ کروڑوں روپے پتنگوں اور ڈوروں پر بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں۔ غربت و افلاس کا ہم ڈھنڈورا بھی بہت پیٹتے ہیں، لیکن غیروں کی فضول رسموں کو پھر بھی گلے سے لگائے پھرتے ہیں۔ یا تو پتنگ اڑانے سے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی امید ہو تو ساری قوم یہ کام شروع کر دے یا ہمارے دین میں اسے لازم قرار دیا گیا ہو۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں تو پھر وہ کون سی بات ہے جو ہمیں کروڑوں روپے برباد کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ سڑکوں اور بازاروں میں بچے لمبے لمبے ڈانگے لئے اس بات پر بے خوف دوڑتے پھرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ جنون قوم کے سر پر کیوں سوار ہو گیا؟

ہندو کشمیر میں ہماری بہو، بیٹیوں کی آبرو ریزی کر رہے ہیں، دنیا بھر میں ہمیں نیچا دکھانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ لیکن ادھر ہم ہیں کہ اپنے دین کو پس پشت ڈال کر مسجدوں کو ویران چھوڑ کر والدین کی نافرمانی کر کے یہ تہوار بڑھ چڑھ کر مناتے ہیں۔ میرے ایک دوست ایسے بھی ہیں جو عام دنوں میں تین ہزار روپے ماہانہ پتنگ بازی پر خرچ کرتے ہیں۔ بڑے گھروں کے کئی منچلے اس کار خیر میں اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ ہر جمعہ کی صبح کا سورج ان کو گھر سے باہر ہی پتنگ بازی میں نکلتا ہے۔ گھر والے سب پریشان ہیں لیکن وہ نوجوان نہ کسی دوست کی بات مانتا ہے اور نہ گھر والوں کی کسی نصیحت کا ان پر اثر ہوتا ہے۔ یہ کتنے المیے کی بات ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ از خود بسنت کے تہوار کی اتنی تشہیر کرتے ہیں کہ "پتنگ باز سجنا" کی شان میں باقاعدگی سے گانے نشر کئے جاتے ہیں، جس میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ پتنگ باز سجنا پر لڑکیاں زیادہ فدا ہوتی ہیں، کیونکہ یہ کھیل بہاروں کا مانا جاتا ہے۔ اسی گانے میں مکانوں کی چھتوں پر ڈیک لگا کر فحش گانوں کی بلند آواز میں ریکارڈنگ سنائی دکھائی گئی ہے۔ سرِعام فائرنگ کی جاتی ہے، سرچ لائٹوں کی مدد لی جاتی ہے، بلکہ پتنگ بوکاٹا ہو جانے کی اتنی خوشی منائی جاتی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے مل کر ڈانس بھی کرتے ہیں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ یہی عمل ہمارے معاشرے کے ہر گھر میں دہرائے جاتے ہیں۔ اول تو والدین بھی پتنگ بازی کے شوقین ہوتے ہیں ورنہ اولاد اس معاملے میں والدین کے احکامات کی کھلے عام خلاف ورزی ضرور کرتی ہے۔ جب ہر طرف ایک ہی رسم چل پڑے تو بہت سے ایسے لوگ خود بخود اس میں رنگ جاتے ہیں، جو ابتداء میں اس کو برا سمجھتے تھے۔

آخر وہ بچے بھی تو کسی والدین کے ہوں گے، جو ہر سال بسنت کے موقع پر ہسپتالوں میں ٹانگ یا بازو تڑوا کر بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اور کئی بدقسمت والدین ایسے بھی ہیں، جو اپنے بچے اس منحوس تہوار کی نذر کر چکے ہیں اور پوری زندگی کے لئے اپنے دل پر اولاد کی جدائی کا داغ لئے پھرتے ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ حکومت اور انتظامیہ اس تہوار کی روک تھام کرنے کی بجائے خود اس کی ترویج میں شریک نظر آتی ہے۔ لاہور اور قصور میں بسنت منانے کے لئے بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ سرکاری اور اہل ثروت لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے بلکہ یہاں تک کہ غیر ملکی سفیروں کو بھی نظارے کی زحمت دی جاتی ہے۔ وہ لوگ ہماری ان عیاشیوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں کہ اس قوم کا بچہ بچہ ہزاروں کا مقروض ہے لیکن یہ قوم اپنے ملک کو بچانے کی بجائے کروڑوں روپے پتنگ بازی پر اڑا دیتی ہے۔

چند سال پہلے ایک بسنت پر موٹر سائیکل کے آگے بیٹھی بچی کی گردن ڈور سے کٹ کر لٹک گئی تھی، جس کا والد اس بچی کو بٹھا کر شہر میں بسنت کا تہوار دیکھنے کے لئے نکلا تھا۔ زندہ بچی جب مردہ حالت میں گھر پہنچی ہو گی تو والدین پر کیا گزری ہو گی؟ کیا وہ زندگی بھر اس سانحے کو بھلا سکیں گے؟ ایسے کئی واقعات ہر سال رونما ہوتے ہیں لیکن ہماری قوم ان سے کوئی سبق نہیں لیتی۔ مرنے والوں کو دفنا کر، زخمیوں کو ہسپتال میں داخل کروا کر، پھر اسی جذبے کے ساتھ بسنت مناتی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

ہم مسلمان ہیں اور ہندوؤں کے ظلم و ستم سے ہمارے بزرگوں کی بے پناہ قربانیوں کے عوض ہمیں یہ آزادی نصیب ہوئی ہے۔ کیا بسنت منا کر ہم تحریک پاکستان کے شہیدوں سے غداری نہیں کر رہے؟ کیا کشمیر کی آزادی کے لئے لڑنے والے مجاہدوں اور شہید ہونے والی بچیوں اور خواتین کے خون سے بے اعتنائی نہیں برت رہے؟ ہمارا ملک دیوالیہ پن کے بالکل قریب ہے۔ ہم وہ رقم ملک کے قرضے اتارنے کے لئے استعمال کرنے کی بجائے پتنگ بازی پر خرچ کر کے اس مٹی کے ساتھ غداری نہیں کر رہے؟ اسٹیل وائر اور پتنگوں کی بجلی کے تاروں میں الجھنے سے جو بار بار بجلی کے ٹرانس

قمر چلتے ہیں، جن کی مالیت لاکھوں میں ہے، وہ نقصان جو بجلی کی کمی و بیشی سے گھروں میں موجود الیکٹرونکس مصنوعات میں ہوتا ہے، اس کا کوئی شمار ہے؟

بسنت ایک فضول رسم ہے۔ جن کا تہوار ہے، ان کو ہی اسے منانا چاہئے۔ غیروں کی رسموں کو اپنے گلے لگا کر نہ ہم دین کی نظر میں سرخرو ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ملک وقوم کا کوئی فائدہ کر سکتے ہیں، بلکہ ہر سال کروڑوں روپے خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ کئی انسانی جانوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس پر پابندی لگنا جہاں حکومت اور انتظامیہ کا بھی کام ہے، وہاں والدین کو بھی اولاد کی جان و مال کی حفاظت کی خاطر اس لعنت پر پابندی لگانا ہوگی، ورنہ ایک رسم کے ساتھ ساتھ کئی اور رسمیں بھی ہمارے معاشرے میں گھر کر لیں گی اور ہم دیکھتے ہی دیکھتے ہندوازم کی جانب چل پڑیں گے۔

جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ بسنت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسرا اہم مقدمہ مغل حکمرانوں کے آخری دورِ حکومت اور اسی لاہور سے متعلق ہے، جس کا ذکر ایک ہندو مورخ ڈاکٹر بی ایس نجار (Dr. B. S Nijar) نے اپنی کتاب ''پنجاب آخری مغل دور حکومت میں'' (Punjab Under the later Mughals) جب کہ زکریا خان (۱۷۰۷ء-۱۷۵۹ء) گورنر پنجاب تھا، اس طرح کیا ہے:

''حقیقت رائے باگھ مل پوری، سیالکوٹ کے کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا، جس کی شادی بٹالہ کے کشن سنگھ بھٹہ نامی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔ حقیقت رائے کو مسلمانوں کے اسکول میں داخل کیا گیا تھا، جہاں ایک مسلمان ٹیچر نے ہندو دیوتاؤں کے بارے میں کچھ توہین آمیز باتیں کہیں (یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ ایک متعصب ہندو مورخ لکھ رہا ہے، جس کا مقصد سکھوں اور ہندوؤں کے ذہن کو مسلمانوں کے خلاف زہر آلود کرنا ہے، حالانکہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اسلام نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ کسی مذہب کے رہنماؤں کو برا بھلا نہ کہیں تا کہ انتقاماً خدا یا رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کا امکان ہی پیدا نہ ہو۔ مسلمان تو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پیغمبر ہیں اور ان کے دوسرے تمام پیغمبروں کو، ان کے پیروان مذہب سے بڑھ کر احترام کرتے ہیں اور انہوں نے رام چندر جی یا ان کے اوتار کرشن کی تاریخی عظمت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہندوؤں کو ان کی رسوم وعبادات سے روکا جب کہ ان کے مذہب میں بتوں کی پرستش سب سے بڑا گناہ ہے۔ علاوہ ازیں وہ گرونانک کو توحید کے مبلغین میں سمجھتے ہیں۔ اس لئے مسلمان استاد پر یہ الزام کہ اس نے ہندو اوتاروں کی توہین کی، قرین قیاس نہیں بلکہ خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے۔)''

پھر یہی مصنف اسی سلسلہ میں آگے لکھتا ہے:

''حقیقت رائے نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس نے بھی انتقاماً پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بی بی فاطمہؓ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ اس جرم پر حیقت رائے کو گرفتار کر کے لاہور عدالتی کارروائی کے لئے بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا، کچھ ہندو افسر زکریا خان (جو اس وقت گورنر لاہور تھا) کے پاس پہنچے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے، لیکن زکریا خان نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا۔ جس کے اجرا میں پہلے مجرم کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی۔ اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ یہ سال ۱۷۳۴ء کا واقعہ ہے، جس پر پنجاب کی تمام غیر مسلم آبادی نوحہ کناں رہی، لیکن خالصہ کمیونٹی نے آخرکار اس کا انتقام مسلمانوں سے لے لیا اور سکھوں نے ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے، انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا۔''

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۹ پر لکھا ہے کہ: ''پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔'' (ناموس رسولؐ اور قانون توہین رسالتؐ از محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، ص۳۲۰ تا ۳۲۲)

روزنامہ ''نوائے وقت'' نے بسنت کے بارے میں اپنی تجزیاتی رپورٹ میں لکھا:

''بسنت خصوصی خالص ہندو تہوار ہے اور اس کا موسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت میں بسنت کی کہانی ہر اسکول میں پڑھائی جاتی ہے، لیکن لاعلمی یا بھارتی لابی کی کوششوں سے بسنت اب پاکستان میں مسلمانوں نے موسمی تہوار بنا لیا ہے۔ بسنت کی حقیقت کیا ہے اور اس کا آغاز کیسے ہوا، اس بارے میں ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ تقریباً دو سو برس قبل لاہور کے ایک ہندو طالب علم حقیقت رائے نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشنام طرازی کی۔ ہندوؤں کے مطابق اس ہندو طالب علم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس لئے دشنام طرازی کی تھی کہ ایک مسلمان استاد نے ہندوؤں کے اوتار کے خلاف بات کی تھی۔ مغل دور تھا اور قاضی نے ہندو طالب علم کو سزائے موت سنا دی۔ اس فیصلے کے خلاف آخری اپیل مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کو پیش کی گئی۔ اورنگزیب نے فیصلہ دیا کہ اگر یہ ہندو طالب علم اسلام قبول کر لیتا ہے تو اسے آزاد کر دیا جائے، لیکن حقیقت رائے نے اپنا دھرم چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس ہندو طالب علم کو جس نے اقرار جرم کر لیا تھا، پھانسی دے دی گئی۔ پھانسی لاہور میں علاقہ گھوڑے شاہ میں سکھ نیشنل کالج کے گراؤنڈ میں دی گئی۔ قیام پاکستان سے پہلے ہندوؤں نے اس جگہ یادگار کے طور پر ایک مندر بھی تعمیر کیا لیکن یہ مندر آباد نہ ہو سکا اور قیام پاکستان کے چند برس بعد سکھ نیشنل کالج کے آثار بھی مٹ گئے۔ اب یہ جگہ انجینئرنگ یونیورسٹی (باغبانپورہ لاہور) کا حصہ بن چکی ہے اور کسی کو اس کا علم تک نہیں۔ (ہندوؤں نے اس واقعہ کو تاریخی بنانے کے لئے) اپنے اس ہندو طالب علم کی ''قربانی'' کو بسنت کا نام دیا اور جشن کے طور پر پتنگ اڑانے شروع کر دیے۔ آہستہ آہستہ یہ پتنگ بازی لاہور کے علاوہ انڈیا

کے دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئی۔ اب ہندو تو اس بسنت کی بنیاد کو بھی بھول چکے مگر پاکستان میں مسلمان بسنت منا کر اسلام کی رسوائی کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' ۴/فروری ۱۹۹۴ء)

بسنت کا تہوار تاریخ و مذہب کے آئینہ میں:

اس عنوان سے محترم محمد حنیف قریشی لکھتے ہیں:

''یہ بات اکثر کہی جاتی ہے کہ بسنت ایک موسمی اور ثقافتی تہوار ہے، جس کا مذہب اور قوم سے کوئی تعلق نہیں تاہم ابھی ایسے بزرگ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہوں گے جو اس امر کی شہادت دیں گے کہ آزادی سے قبل بسنت کو عام طور پر ہندوؤں کا تہوار ہی سمجھا جاتا تھا اور لاہور میں ہی زیادہ جوش وخروش سے منایا جاتا تھا۔ جہاں دو تین جگہ بسنت میلہ منعقد ہوتا تھا، ہندو مرد اور عورتیں باغبانپورہ لاہور کے قریب حقیقت رائے دھرمی (جس کا ذکر تفصیل سے آگے آرہا ہے) کی سمادھ پہ حاضری دیتے اور وہیں میلہ لگاتے۔ مرد زرد رنگ کی پگڑیاں باندھے ہوتے اور عورتیں اس رنگ کا لباس ساڑھی وغیرہ پہنتیں۔ سکھ مرد اور عورتیں اس کے علاوہ گوردوارہ گورو مانگٹ پہ بھی میلہ لگاتے۔ ہر جگہ خوب پتنگ بازی ہوتی۔

اندرون شہر بھی پتنگیں اڑائی جاتیں اور لاکھوں روپے اس تفریح پر خرچ کیا جاتا۔ مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے مگر زرد کپڑوں وغیرہ کے استعمال سے گریز کرتے، علاوہ ازیں میلہ کا بھی علیحدہ اہتمام مادھولال حسین کی درگاہ پہ کیا جاتا، لوگ دور دور سے اس میلہ میں شرکت کے لئے آتے اور نہ صرف اس کی رونق بڑھاتے بلکہ نذرانے بھی پیش کرتے۔ مادھولال حسین کا اپنا شعر بھی اس سلسلہ میں مشہور ہے:

رت آئی بسنت بہار دی
سانوں سک ہے مادھو یار دی

یہ سارا کھیل دن کو ہی ہوتا، رات کو روشنیاں لگانے اور لاؤڈ اسپیکر، آتش بازی یا اسلحہ کے استعمال کا رواج نہ تھا۔ دوسرے شہروں میں بھی ہندو سکھ زرد کپڑے پہنتے اور پتنگ بازی کرتے مگر وہاں لاہور جیسا جوش وخروش نہیں ہوتا تھا۔ نہ ہی آج کل جیسی رونق ہوتی۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ''بسنت'' اصل میں ہندوؤں کی عید تھی جو وہ موسم کی تبدیلی پہ مناتے۔ مشہور محقق، سیاح، فاضل اجل علامہ ابوریحان البیرونی جو تقریباً ایک ہزار سال پیشتر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''کتاب الہند'' کے باب ۷۶ میں ''عیدیں اور خوشی کے دن'' کے تحت ''عید بسنت'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اسی مہینے میں استوائے ربیعی ہوتا ہے۔'' جس کا نام بسنت ہے، کے حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں۔ اس میں پتنگ بازی کا ذکر نہیں، شاید یہ تفریح بعد میں کسی وقت اس دن کے ساتھ منسلک کردی گئی ہو۔ آزادی سے پیشتر تقریباً دو سو سال تک لاہور میں خصوصی طور پر بسنت کو حقیقت رائے دھرمی کے یوم شہادت کے طور پر منایا جاتا رہا ہے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں تو اسے سرکاری طور پر بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا تھا۔ مہاراجہ اور ان کے درباری بھی زرد لباس میں قلعہ لاہور سے شالیمار گارڈن کی طرف جلوس کی شکل میں جاتے۔ راستہ میں سرسوں کے کھیت ہوتے، زرد پھولوں کے درمیان زرد پوش جلوس کا منظر نہایت دل فریب ہوتا۔ لیفٹیننٹ الیگزینڈر بریز جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں لاہور آئے تھے، بسنت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں:

''بسنت کا تہوار جو بہار کا تہوار تھا، ۶/ فروری کو بڑی شان وشوکت سے منایا گیا۔ رنجیت سنگھ نے ہمیں اس تقریب میں مدعو کیا اور ہم اس کے ہمراہ ہاتھیوں پر سوار ہو کر اس میلہ کی بہار دیکھنے چلے جو بہار کا خیر مقدم کرنے کے لئے منایا جاتا ہے۔ لاہور سے میلہ تک مہاراجہ کی فوج دو رویہ کھڑی ہوتی ہے۔ مہاراجہ گزرتے وقت اپنی فوج کی سلامی لیتا ہے، میلہ میں مہاراجہ کا شاہی خیمہ نصب تھا جس پر زرد رنگ کی ریشمی دھاریاں تھیں، خیمہ کے درمیان میں ایک شامیانہ تھا جس کی مالیت ایک لاکھ روپے تھی، جس سے موتیوں اور جواہرات کی لڑیاں آویزاں تھیں۔ اس شامیانہ سے شاندار چیز کوئی نہیں ہوسکتی۔ مہاراجہ نے بیٹھ کر پہلے گرنتھ صاحب کا پاٹھ سنا پھر گرنتھی کو تحائف دیئے اور مقدس کتاب کو دس جزدانوں میں بند کردیا۔ سب سے اوپر والا جزدان بسنتی مخمل کا تھا۔ اس کے بعد مہاراجہ کی خدمت میں پھل اور پھول پیش کئے گئے اور وہ بوٹی جس کا رنگ زرد تھا بعد ازیں امراء، وزراء، افسران آئے جنہوں نے زرد لباس پہن رکھے تھے۔ انہوں نے نذریں پیش کیں، اس کے بعد طوائفوں کے مجرے ہوئے، مہاراجہ نے دل کھول کر انہیں انعامات دیئے۔''

(حوالہ ''نقوش'' لاہور نمبر ص ۶۳۷)

اب حقیقت رائے دھرمی جس کا اوپر ذکر کیا ہے اور جس کی سمادھ پہ ۱۹۴۷ء تک ہندو اور سکھ بسنت کے روز میلہ لگاتے، کی شخصیت کے متعلق وضاحت کی جاتی ہے۔ یہ ایک نوجوان لڑکا تھا، جس کا سیالکوٹ سے تعلق تھا، وہ اس وقت کے رواج کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا، وہاں اس کا کسی بات پہ کسی مسلمان طالب علم سے جھگڑا ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طالب علم نے کسی ہندو دیوی کو گالی دے دی، جس کے جواب میں حقیقت رائے نے خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ دیئے۔ اس پر معاملہ بڑھ گیا اور بات قاضی اور حاکم تک پہنچی۔ حتی کہ معاملہ حاکم لاہور کے سامنے پیش ہوا۔ حقیقت رائے کے اعتراف پر اسے موت کی سزا دی گئی اور سن ۱۸۰۳ء بکری میں اس کا سر قلم کردیا گیا۔ وہ دن بسنت پنچمی کا تھا۔ اس واقعہ کا مختصراً ذکر گیانی خزان سنگھ سابق لیکچرار اورینٹل کالج لاہور نے اپنی کتاب ''تاریخ گوردوارہ شہید گنج''

میں اس طرح کیا ہے:

''تواریخ کے محقق اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بھائی حقیقت سنگھ جنہیں عام لوگ حقیقت رائے دھرمی کے نام سے یاد کرتے ہیں، امرت دھاری اور تیار بر تیار سنگھ تھے۔ آپ کے ننھیال والے سکھ تھے اور موضع سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے تھے۔ آپ کے ماموں بھائی ارجن سنگھ تیار بر تیار سنگھ تھے جو کہ آپ کے ساتھ ہی نخاس چوک میں شہید کردیئے گئے تھے۔ آپ کے سسرال بھائی کشن سنگھ وڈالے والہ کے گھر تھے۔ لاہور میں اس جگہ (شہید گنج) پر آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ان کے بوڑھے پتا، ضعیف والدہ اور جوان بیوی کی آہیں اور فریادیں، پتھروں کو بھی موم کردینے والی چیخیں اور منتیں بھی اس وقت کے حکام کے دل میں رحم اور ترس کے جذبات پیدا نہ کرسکیں اور آپ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ سن ۱۸۰۳ء بکرمی میں پنچمی کے دن دھرم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گئے، بسنت پنچمی کے روز آپ کی سمادھ پر بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔''

یہی واقعہ ڈاکٹر سرگوکل چند نارنگ سابق منسٹر لوکل گورنمنٹ پنجاب نے اپنی انگریزی تصنیف ''ٹرانسفرمیشن آف سکھ ازم'' میں اس طرح سے بیان کیا ہے:

''......فیصلہ سنا دیا گیا اور فوراً ہی لاہور کے عین مرکز میں تمام ہندو آبادی کی آہوں اور بددعاؤں میں شریف لڑکے کا سر قلم کردیا گیا۔ اس کی کریا کرم میں سب امیر و غریب شامل ہوئے اور اس کی راکھ لاہور کے مشرق میں چار میل دور دبا دی گئی، جہاں اس کی یادگار ابھی تک قائم ہے جس پر ہر سال بسنت پنچمی کے روز جو اس کی شہادت کا دن ہے، میلہ لگتا ہے۔''

حقیقت رائے کی یادگار کوٹ خواجہ سعید (کھوجے شاہی) لاہور میں ہے۔ اب یہ جگہ ''باوے دی مڑھی'' کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں ہندو رئیس کالو رام نے بسنت میلے کا آغاز کیا جس کی یادگار قبرستان کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔

(سنڈے میگزین روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ۷/ مارچ ۱۹۹۹ء)

عیسوی سن کے مطابق یہ واقعہ ۱۷۴۷ء میں پیش آیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو لاہور اور پنجاب میں اقتدار اس کے کافی عرصہ بعد حاصل ہوا۔ مہاراجہ کا انتقال ۱۸۳۹ء میں ہوا۔ ان تاریخی حقائق سے بسنت کی اہمیت اور اس کی ہندوؤں، سکھوں سے مذہبی اور قومی وابستگی بالکل واضح ہے۔

گزشتہ سطور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بسنت کے تہوار کے دو پہلو تھے: ایک مذہبی اور قومی اور دوسرا موسمی اور ثقافتی۔ جہاں تک مذہبی اور قومی پہلو کا تعلق ہے تو جیسا کہ اوپر واضح کردیا گیا ہے کہ بسنت بلاشبہ خالصتاً ہندوؤں کا تہوار تھا، جو اپنی رسوم کے مطابق اسے ہمیشہ مناتے رہے۔ البتہ غالباً رواداری، دباؤ یا کسی اور وجہ سے مسلمانوں نے اسے موسمی اور ثقافتی تفریح سمجھ کر پتنگ بازی میں شرکت کرنا شروع کردی اور اپنا علیحدہ میلہ لگانے کا بندوبست کرلیا۔ یہ بھی مناسب نہ تھا کیونکہ ایک تو اس میں غیر قوم کے ساتھ مشابہت تھی، جو منع ہے۔ دوسرے اسلام میں کسی موسمی یا ثقافتی تہوار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہر شہر، ہر گاؤں میں علاقائی روایات اور رسوم و رواج کے مطابق سارا سال پورا وقت میلوں، ٹھیلوں میں ہی صرف ہوجاتا۔ ویسے اسلام میں مذہبی تہوار بھی دو ہی ہیں۔ یعنی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، باقی سب رسومات اور تقریبات ہی ہیں۔ ان دونوں موقعوں پر بھی زہد و عبادت، صدقہ اور قربانی کا ہی حکم ہے۔ موسمی اور ثقافتی سرگرمی کے نام سے عام طور پر جو کچھ کیا جاتا ہے، وہ اکثر قومی دولت اور قیمتی دولت اور قیمتی وقت کا ضیاع ہی ہوتا ہے اور بسنت میں تو جانوں کے تلف ہونے اور ہمیشہ کے لئے معذور ہوجانے کا خدشہ بھی ہے۔ ہمیں ایسی خطرناک تفریح سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆☆..............☆☆

بغاوت کا انجام

جائے۔ اس مقصد کے لئے برطانوی استعمار کے ایجنٹوں نے اپنے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کو منتخب کیا۔

دنیا میں بہت سی دین دشمن تحریکات نے جنم لیا جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ وقتی طور پر ان کی کوششیں، کامیاب اور بارآور ہوئیں اور مخالفین نے ہزاروں کی تعداد میں اپنے ساتھی اور پیرو پیدا کیے ان میں سے بعض نے عظیم الشان سلطنت بھی قائم کرلی اور یہ سلطنت عرصہ تک ان کی تنظیم ان کے مخفی انتظامات اور ان کی شعبدہ بازیاں باقی رہیں، لیکن پھر وقت آیا کہ یہ سب عروج واقتدار اور یہ سب ترقی و اقبال ایک افسانہ بن کر رہ گیا۔ ان کے مذاہب ایک مختصر دائرہ میں محدود ہوکر رہ گئے جن کا زندگی پر کوئی اثر اور دنیا میں کوئی مقام نہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ آج بھی دنیا کی عظیم ترین روحانی طاقت ہے اور آج اس کے ساتھ ایک عظیم الشان امت ہے۔ نبوت محمدی کا آفتاب آج بھی بلند اور روشن ہے اور تاریخ کے کسی دور میں بھی وہ گہن میں نہیں آیا۔''

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ سب دینوں پر غالب کرے خواہ شرک کرنے والے کتنا ہی برا مانیں۔'' (القرآن)

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ذات عالی تمام امت مسلمہ کو دین دشمن فتن سے بچائے اور جو لوگ ابھی تک فتنہ قادیانیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اور اعداء اسلام کے مقابلہ میں اہل اسلام کو کامیاب کرے۔ (آمین ثم آمین)

(وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین)

نثار احمد خان فتحی

حمدان بن اشعث قرمطی

کوفہ کا باشندہ تھا کیونکہ بیل پر سوار ہوا کرتا تھا، اس لئے اس کو کرمیطہ کہتے تھے، جس کا معرب قرمط ہے۔ شروع میں زہد وتقویٰ کی طرف مائل تھا مگر ایک باطنی فرقہ کے ہتے چڑھ کر سعادت ایمان سے محروم ہوگیا اور الحاد وزندقہ کے سرغنہ اور باطنی فرقہ کے منادی کی حیثیت سے کام کرنے لگا اور اس کے ماننے والے اسی نسبت سے قرمطی یا قرامطہ کہلاتے ہیں۔

اس فرقے نے دین اسلام کے مقابلے میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جو سراسر الحاد وارتداد اور زندقہ ہے۔

حمدان نے نیا مذہب ایجاد کیا:

اس نے سب سے پہلے اپنے ماننے والوں پر پچاس نمازیں فرض کیں، جب لوگوں نے شکایت کی کہ نمازوں کی کثرت نے ہمیں دنیا کے کاروبار اور کسب معاش سے روک دیا ہے تو بولا کہ اچھا میں اس کے متعلق اللہ سے رجوع کروں گا اور چند روز کے بعد لوگوں کو ایک نوشتہ دکھانے لگا جس میں حمدان کو مخاطب کر کے لکھا کہ:

''تم ہی مسیح ہو، تم ہی عیسیٰ ہو، تم ہی کلمہ ہو، تم ہی مہدی ہو اور تم ہی جبرئیل ہو۔''

اس کے بعد کہنے لگا کہ:

''جناب مسیح ابن مریم میرے پاس انسان کی شکل میں آئے اور مجھ سے فرمایا تم ہی داعی ہو، تم ہی حجۃ ہو، تم ہی ناقہ ہو، تم ہی دابہ ہو، تم ہی روح القدس اور تم ہی یحییٰ بن زکریا ہو۔''

اور عیسیٰ علیہ السلام یہ بھی فرما گئے کہ:

''اب نماز صرف چار رکعتیں ہیں دو رکعت قبل از فجر اور دو رکعت قبل از غروب اور اذان اس طرح دی جائے گی: اللہ اکبر چار مرتبہ، پھر دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ پھر ایک مرتبہ یہ کلمات کہیں اشھد ان آدم رسول اللہ، اشھد ان نوحا رسول اللہ، اشھد ان ابراہیم رسول اللہ، اشھد ان موسیٰ رسول اللہ، اشھد ان عیسیٰ رسول اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ اور اشھد ان احمد بن محمد بن حنفیہ رسول اللہ۔ روزے صرف دو فرض ہیں، شراب حلال کر دی اور غسل جنابت کو برطرف کر دیا گیا، تمام درندوں اور پنجے والے جانور حلال کر دیئے اور قبلہ بجائے کعبہ کے بیت المقدس قرار دیا۔'' (نعوذ باللہ)

نماز پڑھنے کا نیا طریقہ:

جس طرح ہمارے یہاں قادیان کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کی آیات اور اس کے بعض حصوں کا سرقہ کر کے اپنا کلام وحی بنالیا ہے (دیکھئے کتاب ''حقیقۃ الوحی'' مؤلفہ مرزا قادیانی) اسی طرح حمدان نے بھی آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے الفاظ میں قطع برید کر کے ایک سورت تیار کی تھی اور حکم دیا تھا کہ تکبیر تحریمہ کے بعد وہ عبارت پڑھیں جو اس کے زعم میں احمد بن محمد بن حنفیہ پر نازل ہوئی تھیں بعد میں وہ سورت جو اس نے تیار کی تھی (طوالت کے خوف سے ہم نے اس سورت کو نقل نہیں کیا ہے) پھر رکوع میں تسبیح پڑھیں: ''سبحان ربی رب العزۃ وتعالیٰ عم الصفون پھر سجدے میں جا کر کہیں اللہ اعلیٰ اعظم۔''

اس کے مذہب کا ایک اصول یہ تھا کہ جو شخص قرمطی مذہب کا مخالف ہو اس کا قتل کرنا واجب ہے اور جو شخص مخالف ہو مگر مقابلے پر نہ آئے اس سے جزیہ لیا جائے۔

اسلام پر ابتدائی صدیوں میں جو جو آفتیں نازل ہوئیں اور جن جن فتنوں کا سامنا کرنا پڑا اس میں یہ ایک فتنہ قرامطہ کا بھی تھا۔ ابوسعید جنابی، ابوطاہر قرمطی یحییٰ بن زکریا اور علی بن فضل یمنی جنہوں نے عرصہ دراز تک عالم اسلام کے خلاف ہلچل مچائے رکھی اور لاکھوں مسلمان بے گناہوں کا خون بہایا اس مذہب قرمطہ کے چیلے چانٹے اور ماننے والے تھے۔ ان لعینوں کی قوت یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ خلفائے بنی عباس تک ان بھیڑوں کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ آخر میں تو یہ مصر کے سلاطین بنی عبید کی گرفت سے بھی آزاد ہوگئے تھے، اور خراسان سے لے کر شام تک ہر شہر کے باشندے ان کے ظلم وستم سے چیخ اٹھے تھے، یہ لوگ اس قدر باطن ملحد اور زندیق تھے کہ کعبہ شریف کو ڈھانے پر بھی آمادہ ہوگئے تھے اور ابوطاہر قرمطی حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے شہر عمان لے گیا تھا، تاریخ کی کتابوں میں بڑی تفصیل سے ان واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حمدان کی گرفتاری:

جب حاکم کوفہ کو معلوم ہوا کہ حمدان نے دین اسلام کے مقابلے میں ایک نیا دین جاری کیا ہے اور شریعت محمدیہ میں ترمیم وتنسیخ کر رہا ہے تو اس نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس خیال سے کہ کوئی حیلہ کر کے یہ بھاگ نہ جائے قید خانے کے بجائے اپنے ہی پاس قصر امارت کی ایک کوٹھری میں بند کر کے قفل کر دیا اور کنجی قفل کی اپنی تکیے کے نیچے

رکھ دی اور قسم کھائی کہ اس کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

ہیضم کے گھر کی ایک کنیز بڑی رحمدل تھی، جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص قتل کیا جانے والا ہے تو اس کا دل بھر آیا اور رقت طاری ہوگئی جب ہیضم سو گیا تو اس کنیز نے کنجی اس کے تکیے کے نیچے سے نکالی اور حمدان کو آزاد کر کے پھر اسی جگہ رکھ دی صبح جب ہیضم نے اس غرض سے دروازہ کھولا کہ حمدان کو موت کی نیند سلادیا جائے تو یہ دیکھ کر وہ بڑا حیران ہوا کہ حمدان غائب ہے۔

جب یہ خبر کوفہ میں مشہور ہوئی تو خوش عقیدہ لوگ فتنہ میں پڑ گئے اور یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ خدائے قدوس نے حمدان کو آسمانوں پر اٹھالیا۔ اس کے بعد لوگوں میں حمدان آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ آپ حاکم کوفہ کے مقفل قید خانے سے کس طرح نکلے۔ حمدان بڑے ناز وغرور سے کہنے لگا کہ کوئی میری ایذا رسانی میں کامیاب نہیں ہوسکتا یہ سن کر لوگوں کی عقیدت اور بڑھ گئی۔

حمدان کس طرح مرا:

حمدان کو اب ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ دوبارہ نہ گرفتار کرلیا جائے اس لئے ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے علی بن محمد خارجی کے پاس جاکر کہا تھا کہ میں ایک مذہب کا بانی اور نہایت صائب الرائے ہوں ایک لاکھ سپاہی اپنے لشکر میں رکھتا ہوں آؤ ہم اور تم مناظرہ کر کے کسی ایک مذہب پر متفق ہوجائیں تاکہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کے مددگار بن سکیں۔ علی خارجی نے اس رائے کو پسند کیا اور بہت دیر تک مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی لیکن آپس میں متفق نہ ہوسکے، اس کے بعد حمدان واپس آکر گوشہ نشین ہوگیا آگے کا حال کچھ معلوم نہ ہوسکا تاہم اس کے چیلوں نے عالم اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو عین حج کے زمانے میں خانہ کعبہ کے اندر قتل کیا اور دس برس تک لوگ ان کے خوف سے حج ادا نہ کرسکے۔

یمن کے علاقے صنعا کے مضافات سے ایک شخص علی بن فضل، اس دعوے کے ساتھ ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ بہت عرصے تک اپنی جھوٹی نبوت کی دعوت دینے کے بعد بھی جب کسی نے اس کی تصدیق نہیں کی تو اس نے سوچا کہ کسی حیلے یا شعبدے کے ذریعے لوگوں کو اپنا عقیدت مند بنانا چاہئے چنانچہ بہت غور وفکر کے بعد اس نے ایک سفوف تیار کیا اور ایک مرتبہ رات کو ایک بلند مقام پر چڑھ گیا اور نیچے کوئلے جمع کر کے دھکا دیئے اوپر سے اس نے اپنا بنایا ہوا کیمیائی سفوف ڈال دیا۔

شعبدہ:

اچانک آگ سے ایک سرخ رنگ کا دھواں اٹھنے لگا جو دیکھتے ہی دیکھتے آس پاس کی ساری فضا پر چھا گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ ساری فضا آگ سے بھری ہوئی ہے پھر اس نے کوئی ایسا عمل کیا یا کہ دھویں میں بے شمار مخلوق دکھائی دینے لگی۔ یہ مخلوق گھوڑوں پر سوار تھی اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے نیزے تھے اور یوں لگ رہا تھا جیسے یہ آپس میں جنگ کررہے ہیں۔ یہ وحشت ناک منظر دیکھ کر لوگ خوفزدہ ہوگئے اور ان پر یہ وہم سوار ہوگیا کہ انہوں نے ایک اللہ کے نبی کی دعوت کو ٹھکرادیا تھا اس لئے خدا کی طرف سے نزول عذاب کا منظر دکھا کر ہمیں ڈرایا گیا ہے۔ اس خیال کے تحت ہزار ہا حماقت شعار تہی دستان قسمت نے اپنی متاع ایمان اس شعبدہ باز جھوٹے نبی کے سپرد کردی۔ علماء امت نے بہت سمجھایا کہ اس شعبدہ باز کی باتوں میں نہ آؤ یہ کوئی نبی ولی نہیں ہے بلکہ ایک ملحد اور زندیق ہے جو تمہاری دولت ایمان پر ڈاکہ مار رہا ہے مگر ان پر اس عیار کا جادو چل چکا تھا، بجز تھوڑے سے لوگوں کے جن کو اللہ پاک نے ہر قول وعمل کو پرکھنے کے لئے شریعت مطہرہ کی کسوٹی اور دین کی سمجھ عطا فرمائی ہے کوئی شخص راہ راست پر نہ آیا۔

علی بن فضل کی جب مجلس لگی ہوئی تھی تو ایک عقیدت مند پکار کر کہتا تھا کہ اشھد ان علی بن فضل رسول اللہ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ دعوئی نبوت کے ساتھ اسے کسی حد تک خدائی کا بھی دعوئی تھا چنانچہ جب اپنے کسی اندھے عقیدتمند کے نام کوئی تحریر بھیجتا تو یوں لکھتا:

"من باسط الارض وداحیھا ومزلزل الجبال ومرسیھا علی ابن الفضل الی عبدہ فلا ابن فلان"

ترجمہ: "یہ تحریر زمین کے پھیلانے اور ہانکنے والے اور پہاڑوں کے ہلانے اور ٹھہرانے والے علی بن فضل کی جانب سے اس کے بندے فلاں بن فلاں کے نام ہے۔"

اس نے بھی اپنے مذہب میں تمام حرام چیزوں کو حلال کردیا تھا، حتی کہ شراب اور سگی بیٹیوں سے عقد نکاح بھی جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو بعض شرفائے بغداد غیرت ملی اور ناموس اسلامی سے مجبور ہو کر اس کی ہلاکت کے درپے ہوئے اور ۳۰۳ھ میں اس کو زہر دے کر ہلاک کردیا گیا۔

علی بن فضل کا فتنہ ارتداد انیس سال تک جاری رہا، لیکن تعجب ہے کہ صنعا کے حکام نے انیس سال تک اس سے کیوں تعرض نہیں کیا اور لوگوں کی متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی اس کو کیوں کھلی چھوٹ دی گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب تو انگریزوں کی عملداری میں تھا بلکہ ان کی حمایت میں تھا، اس لئے اس کو اپنی جھوٹی رسالت کی تشہیر وتبلیغ میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی، لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ کوئی شخص اسلامی مملکت میں رہ کر شریعت مطہرہ میں رخنہ اندازیاں کرتے رہے اور اپنی خود ساختہ نبوت کی دعوت دیتا رہے اور خدا کی مخلوق کو اس کے شر سے نہ بچایا جائے۔ علی بن فضل نے جیسے ہی نبوت کا دعوئی کیا تھا صنعا کے حکام کا فرض تھا کہ فوراً اس کا نوٹس لیتے اور اس کی رگ جاں کاٹ دیتے۔

محمد رمضان میاں نیپالی، کراچی

دینِ اسلام کے خلاف بغاوت اور اس کا انجام

انیسویں صدی عیسوی اس لحاظ سے خاص امتیاز رکھتی ہے کہ اس کے نصف آخر میں تمام ممالک اسلامی کو اور مسلمانان ہند کو خوفناک اور صبر آزما حالات کا سامنا رہا، اسلامی ممالک میں داخلی بے چینی اور اندرونی کشمکش اپنے شباب کو پہنچ چکی تھی، یہ وہ زمانہ ہے جس میں یورپ کی استعمار پسند قوموں نے ایشیا اور افریقہ کی سرزمینوں پر جن میں مسلمان آباد تھے ہلا بول رکھا تھا اور اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے ان مسیحی اقوام کے زیر قبضہ آتے چلے جارہے تھے، مسلمانوں کی بارہ سو سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب عیسائیت نے ان پر اقتدار حاصل کرنا شروع کیا، اس سے قبل عیسائیوں اور مسلمانوں میں جس قدر جنگیں ہوتی رہیں، ان میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور یورپ کی مسیحی طاقتیں کئی دفعہ صلیبی جنگیں کر کے مسلمانوں کے مقابلے میں ناکامی و نامرادی کا چہرہ دیکھ چکی تھیں۔

اس صدی کے تصادم اور اس میں عیسائیوں کا پلا بھاری رہنے کی وجہ ملک بیک وقت مغربی و مشرقی تہذیبوں جدید وقدیم نظام تعلیم اور نظام فکر اور اسلام و مسیحیت میں معرکہ کارزار کا گرم تھا، اور دونوں قومیں ایک دوسرے سے نبرد آزما تھیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمانوں کے دل شکست کے صدمے سے زخمی اور ان کا دماغ ناکامی کی چوٹ سے مفلوج ہورہا تھا، ہندوستان کی تہذیب الحاد و نفس پرستی سے معمور تھی، عالم اسلام ایمان، علم اور مادی طاقت میں کمزور ہوجانے کی وجہ سے ایک نئی مسلح، مغربی طاقت کا حملہ ہوا اور مسلمان اس طاقت کا آسانی سے شکار بھی ہوتا چلا گیا، اس صدی کے تصادم اور اس میں مغربی طاقت کو کامیابی ملنے کی وجہ یورپ کی مسیحی حکومتوں کے مدبروں اور پادریوں کو ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو انہیں آزاد اسلامی ممالک یا مفتوح مسلمان قوموں کے مقابلے میں اپنا اقتدار قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے پیش آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر جگہ مسلمانوں کا جذبہ جہاد عیسائیوں کے مقاصد کی راہ روک رہا ہے اور مسلمانوں کا جذبہ جہاد ان کے لئے زبردست خطرہ ہے اور مسیحیت کا مذہبی پیغام جو افریقہ کی غیر مسلم اقوام کو نہایت آسانی سے مغربی استعمار کا مطیع وغلام بنانے میں کامیاب ہورہا ہے، اسلام کے مقابلے میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا یہی وجہ تھی کہ انگلستان کے وزیراعظم مسٹر گلیڈ اسٹون اور فرانس وروس کے بعض مدبروں اور پادریوں نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا تھا کہ:

''جب تک قرآن حکیم موجود ہے مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے مذہبی اور دنیاوی اقتدار کو خطرہ لاحق رہے گا۔ یورپ والے دیکھتے تھے کہ اسلامی ممالک میں جہاں جہاں وہ اپنے استعمار کا پرچم لے کر پہنچے ہیں، مسلمان کا جذبہ جہاد ان کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتا ہے۔ تیونس، الجزائر، مراکش، مصر، طرابلس غرض ہر جگہ انہیں ایک ہی قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس وقت جہاں عالم اسلام مغربی و مشرقی تہذیبوں کی زد میں تھا تو دوسری طرف مختلف دینی و اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا، اس کے چہرے کا سب سے بڑا داغ وہ شرک جلی تھا جو اس کے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا تھا، غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دہائی دی جارہی تھی۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا، خرافات اور توہمات کا دور دورہ تھا یہ صورت حال ایک ایسے مصلح اور داعی کا تقاضا کررہی تھی جو اسلامی معاشرہ کے اندر جاہلیت کے اثرات کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھر میں اس کا تعاقب کرے، جو پوری وضاحت اور جرأت کے ساتھ توحید وسنت کی دعوت اور پوری پوری قوت کے ساتھ ان الدین عند اللہ الاسلام کا نعرۂ حق بلند کرے۔ اہل علم کے طبقہ میں بہت بڑا ذوق مقابلہ مذاہب اور مناظروں کا پایا جاتا تھا، عیسائی پادری مذہب مسیحیت کی تبلیغ و دعوت اور دین اسلام کی تردید میں مصروف العمل تھے، حکومت وقت ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ ہندوستان کو یسوع مسیح کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی، دوسری طرف آریہ سماجی مبلغ جوش وخروش سے اسلام کی تردید کررہے تھے، یہ ایک نئے الحاد وفتن کا دور شروع ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔

(یوں تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر دور میں پروپیگنڈا کیا جاتا رہا اور مختلف روپ میں اسلام پر حملہ ہوا، مگر جس انداز سے انیسویں صدی کے اختتام پر حملہ ہوا یہ تاریخ کا بدترین حملہ تھا) چنانچہ ان حالات میں انگریز نے مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد زائل کرنے اور مسلمانوں میں طرح طرح کے دینی فتنے کھڑے کرنے کی تجاویز، سوچنی شروع کردیں۔ جس کا ایک نمایاں اثر اس دنیاوی طرق تعلیم سے ہوا جس نے

مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ بنادیا۔ اس قسم کی کوششوں کا دوسرا نتیجہ مختلف قسم کی ملحدانہ تحریکات جو تخریب دین کے لئے معرض ظہور میں لائی گئیں، ایسی ہی تحریکات میں سے ایک قادیانیت کی تحریک ہے، انگریز ایک ایسے نازک وقت میں عالم اسلام کے نازک ترین مقام ہندوستان میں جو ذہنی و سیاسی کشمکش کا خاص میدان بنا ہوا تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے تمام شیطانی لاؤ ولشکر کے ساتھ منظر عام پر لایا۔ وہ عالم اسلام کے حقیقی مسائل و مشکلات اور وقت کے اصلی تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں، علم وقلم کی طاقت ایک ہی مسئلہ پر مرکوز کردی وہ مسئلہ کیا تھا؟ ''وفات مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ'' تھا۔ عالم اسلام میں جو پہلے سے مذہبی اختلافات اور دینی نزاعات کا شکار تھا جس میں اب کسی نزاع کے برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی مرزا غلام احمد قادیانی نے نئی نبوت کا ڈھونگ رچایا، ایک جانب ان کے متبعین کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو چند ہزار افراد پر مشتمل ہے، دوسری طرف پورا عالم اسلام ہے جو مراکش سے چین تک پھیلا ہوا ہے اور جس میں عظیم ترین افراد، صالح ترین جماعتیں اور مفید ترین ادارے ہیں، اس طرح مرزا قادیانی نے عالم اسلام میں بلاضرورت ایسا انتشار اور ایک ایسی نئی تقسیم پیدا کردی، جس نے مسلمانوں کی مشکلات میں ایک نیا اضافہ کردیا اور عصر حاضر کے مسائل میں نئی پیچیدگی پیدا کردی۔

قادیانی مذہب کی تاریخ کا آغاز مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوتا ہے جو انیسویں صدی کے وسط میں پیدا ہوا، جو برطانوی ہندوستان کے علاقے مشرقی پنجاب کا ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان (ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ) کا رہنے والا تھا۔ ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ کی عدالت میں بطور منشی ملازم ہوا۔ ۱۸۶۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان چلا گیا اور تصنیف و تالیف کے کام میں منہمک ہوگیا کہا جاتا ہے کہ ملازمت کے دوران اس نے حکمران وقت کے بڑے انگریز افسران سے اپنے تعلقات اور ربط کو خاصا وسیع کیا، بہر حال قادیان واپس پہنچ کر مرزا غلام احمد قادیانی نے تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ مذہبی مناظروں اور مباحثوں کا آغاز کیا جو زیادہ تر عیسائیوں اور ہندو آریہ سماج سے ہوا کرتے تھے۔ اسی دوران ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' کے نام سے لکھنی شروع کی جو غالباً اس کی تصنیف اول تھی۔

ابتداً اس کی حیثیت صرف ایک مناظر اور مذہبی مصلح کی تھی، تاہم یہ بات کسی کے دل ودماغ میں بھی نہ تھی کہ یہ آئندہ چل کر دین کا حلیہ بگاڑنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنے آپ کے مہدی ہونے کا دعویٰ کردیا مرزا نے بعد ازاں مسیح موعود ہونے اور آخر کار ۱۹۰۱ء میں باقاعدہ نبوت کا اعلان کرکے شان نبوت کے مقدس رتبہ کی توہین کی۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات کے بعد سے آج تک قادیانی اپنے آقا انگریز کی پشت پناہی میں اسلام اور نبوت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے برسرپیکار ہے۔ انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزا قادیانی کی چند تحریریں ملاحظہ فرمائیں:

☆...... ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اس قدر اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں جمع کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں، میں نے ایسی تمام کتابوں کو ممالک عرب اور شام اور کابل اور روم تک پہنچادیا ہے، میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں اور مہدی خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل کو جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں۔''

چنانچہ مرزا قادیانی نے مخالفت جہاد کے بارے میں لکھا ہے کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

گویا مرزا قادیانی بیک جنبش قلم اس دور کے سینکڑوں دوسرے مجاہدین اسلام کو خدا کا دشمن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر اس لئے بنادیا کہ ان کی جدوجہد مغربی استعمار کے پھیلنے کی راہ میں حائل ہوئی!!

بہائی مذہب کے عقائد اور بہائی تحریک کے ارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ مرزائیت نے اس تحریک سے ہندوستان میں سر اٹھانے کا سامان حاصل کیا۔ مرزا قادیانی کے اکثر دعوے اور طریق استدلال تمام تر بہائیوں کے دعاوی اور ان کے طریق استدلال کا فوٹو اسٹیٹ تھا، اگر بہائی اور بابی تحریک کا مقصد روسی استعماری مقاصد کے لئے ایران کی قومی اور ملی وحدت کو برباد کرنا تھا تو قادیانی تحریک کا مقصد ہندوستان میں برطانوی استعماری مقاصد کے قیام ودوام کا راستہ صاف کرنا، فرق اتنا ہے کہ ایران کے مسلمانوں نے اس خطرۂ عظیم کو جلد محسوس کیا لیکن ہندوستان کے مسلمان جو محکوم ہوچکے تھے قادیانیت کے خطرے کے سیاسی پہلو سے غافل رہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس فتنے کی سیاسی حیثیت کے متعلق کچھ کہنے سے معذور بھی تھے۔

سوڈان، سومالی لینڈ، افغانستان اور ہندوستان کے تجربات سے برطانیہ کے استعمار پسند مدبروں کے دلوں میں یہ اندیشے پیدا کردیئے تھے کہ مسلمان اپنے صحیح عقائد پر قائم رہے تو کسی نہ کسی وقت اس استعمار کے لئے زبردست خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس تاک میں تھے کہ اس قسم کی کوئی تحریک ہندوستان میں شروع کرائی

باقی صفحہ 18 پر

قسط نمبر 2

محمد سلیم ساقی، لاہور

قادیانیوں کی منطق اور طرزِ استدلال

تضادات مرزا:

مرزا قادیانی کہتا ہے:

☆......''قرآن شریف میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے، حدیث لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔''

(حوالہ ایام الصلح ص۱۴۶ مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی ''خاتم النبیین'' کی حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

☆......''قرآن کریم بعد ''خاتم النبیین'' کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا کیوں کہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل علیہ السلام ملتا ہے اور اب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔''

(ازالہ اوہام ص۷۶۱ مصنفہ مرزا قادیانی)

☆......''رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ نبی دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے اور ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۶۱۴)

☆......''اور اللہ کی شایانِ شان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہ یہ شایانِ شان ہے کہ سلسلہ نبوت دوبارہ از سرِ نو شروع کر دے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو۔'' (ختم نبوت ص۷۱)

بیانات در انکار ختم نبوت:

☆......''جو شخص میرے دعویٰ (نبوت) کی تصدیق نہیں کرتا، مجھے قبول نہیں کرتا وہ رنڈیوں (کنجریوں) کی اولاد ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸ مصنفہ مرزا قادیانی)

☆......''مرزا غلام احمد قادیانی، نبی ہے، جو شخص مرزا کو نبی نہیں مانتا وہ کافر اور جہنمی ہے۔''

(انجام آتھم ص۶۲ مصنفہ مرزا قادیانی)

☆......''یہ کلام جو میں سناتا ہوں قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام (وحی) ہے جیسا کہ قرآن اور تورات خدا کا کلام ہے۔''

(تحفۃ الندوہ ص۴، مصنفہ مرزا قادیانی)

☆......''مرزا غلام احمد کے مخالف جنگلوں کے خنزیر اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔''

(نجم الہدیٰ ص۱۰ مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا کا بیٹا مرزا محمود لکھتا ہے:

''یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ

> **مرزا طاہر نے مباہلہ کے لئے مسلمانوں کے ہر طبقہ کے ہر فرد کو چیلنج کیا اور اس پر دستخط کرنے کو کہا**
> **کیا یہ مسلمانوں کے ساتھ مذاق نہیں تھا، کروڑوں مسلمان کہاں دستخط کریں؟**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔'' (حقیقۃ النبوۃ ص۲۲۸ مصنفہ مرزا محمود احمد)

یہ درج بالا دونوں قسم کے متضاد بیانات کی دو دھاری تلوار سے یہ انسانیت کا قتل عام کر رہے ہیں۔

''شرم ان کو مگر نہیں آتی''

الفاظ کی جادوگری، (منہ چڑاتی بے شرمی):

متضاد بیانات علاوہ ان کے اپنے دفاع کا چھنارنگ یہ ہے کہ اپنے مؤقف کو ایسے نادر پیرایہ میں پیش کیا جائے کہ ظاہراً اس میں شک کا شائبہ تک نہ ہو مگر اس کو غور سے پڑھا جائے تو مطلب اس کے برعکس نکلتا ہو جو کہ ان کا اصل مطلب ہوتا ہے، جملہ میں اگر، مگر اور یعنی کی گرہیں لگا کر دھوکہ دیتے ہیں۔ اس الفاظی شعبدہ بازی کی ایک تازہ مثال پیش خدمت ہے:

جون ۱۹۸۸ء میں قادیانی خلیفہ چہارم (پناہ گزیں برطانیہ) مرزا طاہر احمد قادیانی نے اپنے دادا، مرزا قادیانی اور اپنے باپ مرزا محمود احمد کی مسلم الثبوت منافقت اور ڈھٹائی کا اعادہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا، مباہلہ کے پمفلٹ دنیا بھر میں تقسیم کئے گئے، مباہلہ کا عنوان تھا: ''جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے دنیا بھر کے معاندین اور مکفرین اور مکذبین کو مباہلہ کا کھلا کھلا چیلنج'' اس میں اس نے نہایت ڈھٹائی سے یہ مؤقف اختیار کیا کہ نہ تو مرزا قادیانی نے نبی، رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل خدا، خدا کا بیٹا ہونے کا دعوے کئے تھے، نہ جہاد موقوف قرار دیا تھا، نہ انگریز کی خوشامد کی تھی اور نہ ہی مسلمانوں کو کافر قرار دیا تھا، پھر کہا کہ نہ ہی قرآن کو مرزا پر نازل شدہ کتاب مانتے ہیں، مختصر یہ کہ ان (قادیانیوں) کا ایمان، عبادات، شریعت اور اوامر و نواہی بالکل اور بعینہٖ مسلمانوں کے سے ہیں اور اگر وہ اس میں جھوٹے ہیں تو ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' پھر

اگر مسلمان ان باتوں میں ان کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو وہ ان یعنی مرزا طاہر سے مباہلہ کر لیں، جو جھوٹا ہوگا وہ تجویز کردہ سزا پائے گا۔ اس پمفلٹ کو پڑھنے سے واقعی ایک ناواقف قاری یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قادیانی کسی طور پر بھی مسلمانوں سے علیحدہ نہیں ہیں۔ آخر میں اس نے اپنے دعوے کے حق میں اپنے گرو دادا، مرزا قادیانی کا درج ذیل منافقانہ بیان بطور حوالہ نقل کیا:

''ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاءؐ ہیں، اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالاحق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور اسی پر مریں اور تمام انبیاءؑ اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کار بند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا، اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔'' (ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۳)

اس کے بعد مرزا طاہر لکھتا ہے:

''یہ ہے اس جماعت احمدیہ کا عقیدہ اور مذہب اور یہ ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (قادیانیہ) کا وہ مقام جو ان کا اصلی اور حقیقی مقام ہے، جو شخص بھی اس کے سوا کسی اور مذہب کو جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کی طرف منسوب کرنے کی جسارت کرتا ہے وہ سراسر ظلم اور افتراء سے کام لیتا ہے اور میں بحیثیت امام جماعت یہ دعوت دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص مذکورہ عبارت پڑھنے کے بعد بھی اپنے معاندانہ مؤقف پر قائم رہے اور جماعت پر جھوٹ بولنے سے باز نہ آئے تو ایسا شخص خواہ حکومت پاکستان سے تعلق رکھتا ہو یا کسی اور حکومت سے، رابطہ عالم اسلامی سے تعلق رکھتا ہو یا علماء کے کسی گروہ سے، سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو یا غیر سیاسی شخصیت ہو غرضیکہ ہر وہ شخص جو کسی گروہ کی نمائندگی کرتا ہو میرے مباہلے کے چیلنج کو قبول کرے اور حسب ذیل دعا میں میرے ساتھ شریک ہو اور اپنے اہل و عیال، اپنے مردوں اور عورتوں اور ان تمام متبعین کو بھی اپنے ساتھ شریک کرے جو اس کی ہمنوائی کا دم بھرتے ہیں اور فریق ثانی بن کر مباہلہ کے اس چیلنج پر دستخط کرے اور اس کا اعلان عام کرے.....''

مرزا طاہر نے مباہلہ کے لئے ساری دنیا کے تمام مسلمانوں کے ہر طبقے کے ہر فرد کو بمعہ اہل و عیال و ہمنوا چیلنج کیا اور کہا کہ وہ اس پر دستخط کریں اور اس کا اعلان عام کریں، کیا یہ مسلمانوں سے مذاق نہیں تھا۔ کروڑہا مسلمان کہاں دستخط کریں۔ کہاں کہاں اعلان کریں۔ کسی اسٹیج پر اس کے مقابل کھڑے ہوں! پھر اس مداری نے نہ تو جگہ کا تعین کیا اور نہ ہی کوئی تاریخ مقرر کی۔ آپ بتائیں کہ جب ایک طرف تو چار پانچ شریر ہوں اور دوسری طرف ایک پوری قوم کھڑی ہو، مباہلہ کسی نتیجے پر پہنچ سکتا ہے۔ آگے چل کر مرزا طاہر سچے پر خدا کی رحمتوں اور جھوٹے پر خدا کے عذاب کی دعائیں مانگتا ہے، اس کا یہ بھونڈا چیلنج ہمارے علماء نے قبول کرلیا۔ ''چور کے پاؤں نہیں ہوتے'' کے مصداق یہ کاذب نہ تو علماء پاکستان کے مجوزہ مقام (مینار پاکستان، لاہور) پر مقررہ تاریخ کو حاضر ہوا اور نہ ہی مابعدہ، برطانیہ میں علماء اسلام کے سامنے آیا اور نہ ہی اس دوران اسے کچھ کہنے کی توفیق ہوئی۔ اپنی شرائط کے مطابق جھوٹا اور لعنتی ثابت ہوا، مباہلہ کی باتیں ابھی ختم نہ ہونے پائی تھیں کہ مرزا طاہر نے خود ہی اپنی عیاری اور منافقت ظاہر کر دی، اس نے روزنامہ ''جنگ'' لندن کے نمائندہ کو انٹرویو کے دوران ایک بیان دیا جو روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے ۱۳/اکتوبر ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں چھپا، اس نے کہا:

''ان کی جماعت کا نہ کوئی نیا مذہب ہے اور نہ کوئی نئی شریعت ہے اور نہ ان معنوں میں مرزا غلام احمد کو ہم نبی مانتے کہ ان پر کوئی ایسا کلام جاری ہوا، جو قرآن کے علاوہ ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کسی قسم کی نبوت ہے یا اسلام سے باہر کوئی نیا مذہب ایجاد ہوا ہے، خاتم النبیین پر ہمارا کامل ایمان ہے.....''

قارئین اس عبارت کو غور سے تین بار پڑھیں، الفاظ کی اس شعبدہ بازی میں مرزا طاہر نے دھوکہ دہی کی حد کر دی ہے، ایک سیدھا سادھا قاری تو یہی سمجھے گا کہ قادیانی واقعی عین مسلمان ہیں لیکن ان کی عیاری اور شیطانیت سے واقف حضرات کے لئے یہ سمجھنا قطعاً مشکل نہیں کہ یہاں مرزا طاہر نے اپنے ننگ انسانیت اور انسانی شیطان گرو (مرزا قادیانی) کو نہ صرف نبی تسلیم کیا ہے بلکہ اسے عین بعینہٖ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' قرار دیا ہے یہی قادیانی دھوکہ دہی و گستاخی ہے جو عاشقان رسالت مآبؐ کی دینی و ملی غیرت کو للکار رہی ہے۔

☆ .....''خدا نے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود

قرار دیا ہے۔“

(”ایک غلطی کا ازالہ“ ص۱۰ مصنفہ مرزا قادیانی)

☆.....”اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“ (ایضاً ص۱۱)

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

ترجمہ: ”میں زمانے کا مسیح ہوں اور میں کلیم اللہ (موسیٰ) ہوں، میں محمد اور احمد ہوں جو کہ مجتبیٰ ہیں۔“ (تریاق القلوب ص۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

اسی وجہ سے ظاہراً قادیانی ہمارا کلمہ پڑھ لیتے ہیں مگر اندر سے محمد سے مراد مرزا لعین کو ہی لیتے ہیں، اس دھوکہ دہی کو روکنے کے لئے ہی امتناع قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۴ء نافذ کرنا پڑا۔ اب یہ نہ تو اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر چل پھر سکتے ہیں اور نہ ہی اسے گھروں کی دیواروں، چاردیواریوں، (ربوہ) چناب نگر کی پہاڑیوں وغیرہ پر لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اسلامی اصطلاحات، قرآنی آیات وغیرہ کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ رسالت مصطفویؐ پر نقب لگا کر انسانیت کو گمراہ کر رہے ہیں، ان کا اپنا کچھ بھی نہیں ہے سوائے شیطانی منصوبوں کے، اسلام کی توہین و تضحیک ہی ان کا مشن ہے۔

کاٹنا مقصود ہو جس سے شجر اسلام کا
قادیاں کے لندنی ہاتھوں میں وہ آری بھی ہے

مرزا محمود احمد کا درج ذیل بیان اس نقب زنی کی مزید تصدیق کرتا ہے:

”پس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔“

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز نمبر۳ جلد۱۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

علامہ اقبالؒ اس قادیانی نقب زنی کے بارے فرما گئے:

”مرزا غلام احمد نے اپنے عقائد کی اساس پر کوئی علیحدہ امت تیار نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں نقب لگا کر قادیانی امت پیدا کی جو کھلم کھلا الحاد کی اساس پر قائم ہے۔“ (”مرزا غلام احمد کا ارتداد“ ص: ۲۹۰، از مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی)

شیخیاں بگھارنا، ڈھینگیں مارنا:

شیخیاں بگھارنا اور ڈھینگیں مارنا قادیانی فلسفہ کا ساتواں رنگ ہے، اپنی ناکامیوں اور رسوائیوں پر نادم ہونے کے بجائے الٹا انہیں اپنی کامیابیوں اور ترقیوں پر محمول کرتے ہیں، قادیانی شروع ہی سے وسیع البنیاد قادیانی اسٹیٹ قائم کرنے کے خواب دیکھتے چلے آرہے ہیں اور وقتاً فوقتاً شیخیاں بگھارتے رہتے ہیں۔ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی، کے بیانات اور دعوے ملاحظہ ہوں:

☆.....”ہمیں احمدی حکومت قائم کرنا چاہئے۔“ (اخبار الفضل ۱۶/فروری ۱۹۲۲ء)

☆.....”اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہی قائم نہ ہو جائے تمہارے راستے کے کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔“ (الفضل قادیان ۱۸/جولائی ۱۹۲۲ء)

☆.....”تم (مرزائی) اس وقت تک امن میں نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمہاری اپنی بادشاہت نہ ہو۔“ (الفضل قادیان ۲۵/اپریل ۱۹۳۰ء)

۱۹۵۲ء میں مرزا محمود احمد مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہتا ہے:

☆.....”ہم فتح یاب ہوں گے، ضرور تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہوگے، اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا۔“

(الفضل ۳/جنوری ۱۹۵۲ء)

اس احمق سے کوئی پوچھے کہ کیا ابوجہل فتح مکہ کے دن زندہ تھا اور کیا اس کی پارٹی مشرکین مکہ سے کوئی ناروا سلوک کیا گیا تھا؟

☆.....”اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو ۱۹۵۲ء میں ہم انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔“

(الفضل ۱۶/جنوری ۱۹۵۲ء)

☆.....”ہمارے ہاتھ حکومت آجائے گی، احمدی امراء اور بادشاہ ہوں گے تو اس وقت ۱۰ فیصد حصہ کی وصیت کافی نہ ہوگی۔“

(ضمیمہ الوصیت ص۲۶۰)

شیخیاں:

مرزائیوں کا سالانہ اجلاس دسمبر ۱۹۷۳ء کو ربوہ موجودہ چناب نگر میں ہو رہا تھا، مرزا ناصر احمد تقریر کر رہا تھا، پاکستان ایئر فورس (سرگودھا) کا ایک جہاز اڑتا ہوا آیا، اس نے فضا میں غوطہ لگا کر مرزا ناصر کو سلامی دی، دوسرا جہاز آیا، اس نے بھی یہی عمل دہرایا، تیسرے نے بھی اسی طرح کیا۔ یہ تینوں پائلٹ مرزائی تھے جنہوں نے ایئر فورس کے ایئر مارشل ظفر چوہدری (قادیانی) کے حکم سے ایسا کیا۔ اس پر مرزا ناصر خوشی سے پھولے نہ سمایا، اس نے اپنا دامن پھیلایا اور آسمان کی طرف منہ کر کے حاضرین جلسہ سے مخاطب ہوا:

”میں دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کا پھل جلد ہی پک کر میری جھولی میں گرنے والا ہے۔“

مرزا ناصر کی یہ شیخی جلد ہی انجام کو پہنچ گئی جب ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو ان کی جون ۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر تشدد کی پاداش میں ایک ملک گیر تحریک کے نتیجے میں کافر قرار دے دیا گیا۔

مرزا طاہر احمد نے ۲۲/جنوری ۱۹۹۳ء کو بہت سی ڈھینگیں ماریں اور مسلمانوں کو دھمکیاں دیں، اپنی ناکامی اور رسوائی پر ہر بار مختلف تاویلیں گھڑ کر اسے اپنی کامیابی اور اسلامیان پاکستان کی بدبختی اور رسوائی پر محمول کیا کرتے ہیں۔ جو ان کی پاکستان اور اسلامیان پاکستان سے دیرینہ دشمنی کا واضح ثبوت ہے۔

☆☆.................☆☆

تحریر: پروفیسر منور احمد ملک

فاتحہ خوانی اور قادیانی جماعت

قادیانی جماعت میں مختلف قسم کی مذہبی رسومات کو ''بدعات'' کا نام دے کر اس سے پرہیز کی ترغیب دی جاتی ہے اور تحریر وتقریر سے اس کے خلاف نفرت پیدا کرکے اس سے بچنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ ان مذہبی رسومات میں فاتحہ خوانی بھی شامل ہے۔

قادیانی جماعت فاتحہ خوانی سے منع کرتی ہے، اسے بدعت کا نام دیا جاتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بارے میں کہا تھا کہ: ''اس سے بدعتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔'' یعنی اسے منع کیا تھا۔

میں نے اپنے بچپن سے یعنی ۱۹۶۰ء کی دہائی میں محمود آباد جہلم میں ہر فوتگی پر باقاعدہ افسوس والی جگہ مخصوص کرنے (پھڑی ڈالنے) اور فاتحہ خوانی کرتے دیکھا ہے اور یہ سلسلہ ۱۹۹۰ء تک چلتا رہا ہے۔ قادیانی جماعت کی تمام کوششوں کے باوجود فاتحہ خوانی چلتی رہی ہے۔ البتہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۹ء تک خاصی کمی ہوگئی تھی۔ قادیانی کسی قادیانی کے مرنے پر ایک مخصوص جگہ پر اکٹھے تو ہوتے تھے مگر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔

یہ ایک عجیب سی کیفیت ہوتی ہے کہ ایک قادیانی کا عزیز مرا ہے لوگ اس کے پاس افسوس کرنے آرہے ہیں وہ آکر اسی قادیانی کے عزیز کے لئے فاتحہ خوانی کرنا چاہتے ہیں، مگر قادیانی اپنے عزیز کے لئے کی جانے والی دعاؤں میں شامل نہیں ہورہا۔ ایسے میں عجیب سی الجھن محسوس ہوتی ہے، مگر کیا کرتے قادیانی جماعت کی طرف سے منع جو کیا گیا تھا، جب کسی دفتر یا ادارے میں وہاں کا اسٹاف کسی ممبر کے عزیز کے مرنے پر مشترکہ طور پر فاتحہ خوانی کرتے تو ان میں موجود قادیانی اپنے ہاتھ نیچے رکھتے اور یوں سب کی نظر میں آتے اور پھر بہت سی تلخیاں پیدا ہوتیں، کیونکہ جس کے عزیز کے لئے ایصال ثواب کی خاطر فاتحہ پڑھی گئی اس نے نوٹ کیا کہ فلاں قادیانی دعا میں شامل نہیں ہوا، تو وہ اس کے کیسے بخشے گا؟ ایک رنجش کی بنیاد پڑ گئی، یہ سلسلہ تا حال جاری ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ۔

مقصود تحریر قادیانی اس عادت یا سوچ کو ظاہر کرنا نہیں بلکہ ایک دلچسپ صورت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ یہ ۱۹۸۹ء کی بات ہے کہ ضلع جہلم میں قادیانی جماعت کے امیر کی والدہ مر گئی، حسب معمول پھڑی کے لئے کہہ کے ہاتھ اٹھاتے تو قادیانی جماعت کے امیر خود بھی ان کے ساتھ شامل ہوکر فاتحہ پڑھنا شروع ہو جاتے۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو قادیانی نوجوانوں نے شدت سے اس بات کو محسوس کیا کہ ہمیں تو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے اور خود امیر جماعت اس طرح کر رہے ہیں۔ یہ بات قادیانی جماعت میں گردش کرنے لگی۔ ۱۹۹۰ء میں محمود آباد جہلم کا دو افراد پر مشتمل ایک وفد اس وقت کے مقامی امیر (پاکستان میں مرزا طاہر قادیانی کے جانشین) مرزا منصور احمد قادیانی ناظر اعلیٰ صدر انجمن قادیانی جماعت پاکستان سے ملا اور باتوں کے علاوہ جب یہ شکایت کی کہ:

''جماعت تو فاتحہ خوانی پڑھنے سے منع کرتی ہے اور ضلع جہلم میں قادیانی جماعت کے امیر اپنی والدہ کے مرنے پر خود ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے رہے ہیں۔''

تو ناظر اعلیٰ نے کہا:

''تو کیا ہوا۔''

فاتحہ ہی تو پڑھی ہے، فاتحہ کیا ہے؟

ایک دعا ہی تو ہے اور دعا سے کون روک سکتا ہے، آپ کسی کے پاس جائیں تو وہاں پڑھ سکتے ہیں، اس لئے اگر ضلع جہلم کی جماعت کے امیر نے پڑھ لی ہے تو ٹھیک ہی کیا ہے۔

اب یہ جو دو افراد (ملک بشیر احمد، ملک حفیظ احمد جو کہ میرے بڑے بھائی ہیں) کے لئے یہ الفاظ خاصا حیران کن اور پریشان کن تھا۔ اس گرما گرم بحث میں دفتر کے افراد بھی وہاں آگئے، وہ بھی ناظر اعلیٰ کے اس جواب سے خاصے حیران ہوئے، باہر نکلتے ہوئے ان ممبران نے کہا کہ آپ حضور مرزا طاہر قادیانی کو ان کی شکایت کردیں، کہ یہ فاتحہ خوانی کے متعلق ایسا کہہ رہے ہیں؟ جلسہ سالانہ لندن کے موقع پر میرے بھائی ملک حفیظ احمد گئے انہوں نے ساری بات من وعن لکھ کر مرزا طاہر قادیانی تک پہنچادی۔ اس پر وہاں کیا کارروائی ہوسکتی تھی؟ ناظر اعلیٰ مرزا طاہر قادیانی کے بھائی تھے، بھلا ان کے خلاف کارروائی ہوسکتی تھی؟ کارروائی تو ان افراد کے خلاف ہوسکتی تھی، جن کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے وہاں جاکر بات کیوں کی؟ اگر وہ بات نہ کرتے تو ناظر اعلیٰ یہ باتیں نہ کرتے، قصور تو بات پوچھنے والا کا ہوا!

اب قادیانیوں کے لئے دو آسان راستے سامنے آگئے ہیں، اگر کسی مجلس میں فاتحہ خوانی پڑھنی پڑ جائے تو حکم ہے کہ پڑھ لیا کرو اور دل کو تسلی دے دو کہ ناظر اعلیٰ نے کہا ہے کہ جائز ہے اور قادیانیوں میں بیٹھ کر پڑھنی پڑے تو کہہ دو مرزا غلام احمد قادیانی نے منع کیا تھا۔ قادیانی بھی حیران ہوں گے کہ ناظر اعلیٰ نے ایسا کیوں کہا تھا کہ جائز ہے؟

ان کو تو علم نہیں! میں یہ گتھی بھی سلجھائے دیتا ہوں، اصل میں ضلع جہلم کی قادیانی جماعت کے امیر مرزا منصور احمد قادیانی کے بھائی مرزا منیر احمد قادیانی کی فیکٹری پاکستان چپ بورڈ فیکٹری جہلم کے قانونی مشیر تھے، آخر تعلقات اور مروت بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے اور روز روز ضرورت اور ''پردہ داریاں'' بھی تو ہوسکتی ہیں، کئی ''رازوں کے محافظ'' کو اتنی سی بھی رعایت نہ دیں تو یہ سراسر بے وقوفی ہوگی۔

تو جناب اعلیٰ! یہ تھی جناب ناظر اعلیٰ کی مجبوری، جس کی وجہ سے انہوں نے قادیانی جماعت کے لئے ایک فلسفہ کو تہس نہس کرکے رکھ دیا۔

نعت شریف

لَب پر دُرُود ، دِل میں خیالِ رسُولؐ ہے
اب مَیں ہُوں اور کیفِ وصالِ رسُولؐ ہے

دائم بہارِ گُلشنِ آلِ رسُولؐ ہے
سینچا گیا لَہُو سے نِہالِ رسُولؐ ہے

حُسنِ حَسنؓ کو دیکھ ، حُسینِ حسینؓ کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسُولؐ ہے

بُوبکرؓ ہوں ، عُمرؓ ہوں ، وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسُولؐ ہے

اِسلام نے غُلام کو بخشی ہَیں عظمتیں
سَردارِ مؤمنین ، بلالؓ رسُولؐ ہے

ہاں نقشِ پائے خَتمِ رُسُل میرا تخت ہے
اور سَر کا تاج خاکِ نِعالِ رسُولؐ ہے

جامِ جَمؔ اُس کے سامنے کیا چیز ہے نفیسؔ
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسُولؐ ہے

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

سیّد نفیس الحسینی دامت برکاتہم

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں یک روزہ سالانہ

ختم نبوت کانفرنس

یکم صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶/اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء

بمقام جامع مسجد ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

زیر سرپرستی	زیر صدارت
شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ	پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی مدظلہ

مہمانان گرامی

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب
حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب
حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی صاحب
حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر
حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب
حضرت مولانا عبدالبر محمد قاسم صاحب
حضرت مولانا بشیر احمد صاحب
حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب
حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
حضرت مفتی نظام الدین شامزی صاحب
حضرت قاری محمد حنیف جالندھری صاحب
حضرت مولانا عبدالغفور حقانی صاحب
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب
حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی
حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مانکوٹ
حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب
حضرت مولانا احمد بخش صاحب

[illegible]

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی ناظم اعلیٰ

فون: 514122